رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM WEEKLY QADIAN

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

ہفتہ وار

الحکم

دور جدید

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ
والیان ریاست سے ۔۔
رؤسا و ڈاکٹروں سے ۔۔
معاونین سے ۔۔
عوام سے ۔۔
ممالک غیر سے ۔۔

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸ تاریخ کو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے

فی پرچہ ۲ر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

چہ گویم با تو گر آئی بہ ایں دارالاماں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی
(مجاہد مصری)

جلد ۳۷ | ۷ر اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۱۸ر ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ یوم سہ شنبہ | نمبر ۲۸

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہٖ کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اَللّٰھُمَّ اٰمین

خاکسار

میرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

الحکم نے مجھے مسحور کر دیا

کچھ عرصہ سے میرا خیال تھا کہ میں ایک واقعہ الحکم میں شائع کراؤں۔ لیکن بوجہ چند ایک وجوہات تاہنوز قاصر رہا جب پہلے پہل میں نے الحکم کے اجرا کا اعلان الفضل و فاروق میں پڑھا تو دل اچھلنے لگا۔ کہ کس خاندان [illegible] وقت ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت کا اخبار از سر نو شائع ہو کر میرے ہاتھ لگے اور کس [illegible] ایڈیٹر صاحب الحکم کی خدمت میں تین پرچے جو شائع ہو چکے تھے یکدم بھیجنے کے لئے عرض کی۔ اور آئندہ پرچہ باقاعدہ کر دینے کے لئے بھی درخواست کی۔ اس کی تعمیل میں جناب ایڈیٹر صاحب الحکم نے مجھے چار پرچے ایک ہی پیکٹ میں بند کر کے پونچھ کے پتہ پر بھجوائے جس دن یہ پرچے مجھے ملے۔ میں بوجہ حرارت بخار قدرے بیمار تھا۔ اور ایک دوا کی جلاب رات کیوقت لی ہوئی تھی۔ بجلی کا لمپ جل رہا تھا۔ اور میں اپنی چارپائی پر لیٹا بے آرامی سے کروٹیں لے رہا تھا۔ اتنے میں مجھے یاد آ گیا کہ آج الحکم کے چار پرچے پہونچے ہوئے ہیں۔ انہیں اس بے آرامی کی حالت میں پڑھنا چاہئیے۔ اسوقت ایک ضرورت کے لئے ایک چوکی پر بیٹھا۔ میں نے الحکم کا ایک پرچہ کھول کر رکھ لیا اور اسے پڑھنا شروع کیا۔ مجھے اس کے مطالعہ سے وہ سرور آنے لگا کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں۔ چوکی پر ۹ بجے رات کے بیٹھا تھا۔ ایک پرچہ ختم ہوتا تو دوسرا اٹھاتا۔ وہ ختم ہوتا تو تیسرا اٹھاتا غرضیکہ اسی طرح چاروں پرچے اسی جگہ بیٹھے ہوئے ختم کر لیئے تو ادھر ۵ بجے صبح کا گھڑیال کھڑکا تو مجھے ہوش آیا۔ کہ میں بیٹھا ہوا کہاں ہوں۔ کس غرض کے لئے بیٹھا تھا۔ اور اسوقت تک یہاں کیوں پڑا ہوا ہوں۔ میرا ایک لمحہ کے لئے اٹھنے کو دل نہ چاہا۔ ایک تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات دلکش اور نہایت مزیدار تھے دوسرے عرفانی صاحب نے انھیں ایسے پیرایہ میں ڈھالا ہوا تھا کہ ایک سرور کا عالم آ جاتا تھا۔ بعض بعض فقروں پر اڑ جاتا۔ پانچ پانچ منٹ روتا رہتا۔ پھر آگے چلتا۔ بعض دردناک حالات نہایت عمدگی سے جب نظر آتے تو آنسو بھی نکل آتے۔ اور حلق میں نمی جیسی آ جاتی۔ آگے پڑھنے سے رک جاتا۔ وہ مضامین جو ابھی ابتدائی [illegible] کے تھے پڑھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی معزز میری پیٹھ کے پیچھے نہایت دلکش پیرایہ میں اپنا لیکچر دے رہا ہے۔ جس سے طبیعت میں سرور اور دل میں رقت پیدا ہو جاتی تھی۔ میں حیران تھا کہ میں بیمار۔ دوسرے دوائی [illegible] لی ہوئی۔ تیسرے صرف معمولی کپڑوں میں بستر سے باہر لکڑی کی چوکی پر اسقدر سردی میں بیٹھا ہوا۔ اتنا عرصہ گزارتا رہا۔ اور کیونکر اتنی تکالیف برداشت ہو سکی۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ قدرتی لذت نے مجھے کچھ بھی نہیں محسوس کرنے دیا۔ اب بھی جب کبھی الحکم کا پرچہ آتا ہے تو سب سے پہلے اور کام چھوڑ کر میں اس کی سرخیاں دیکھتا ہوں اور جہاں کہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات اور سیرۃ کے مضامین ہوں پہلے پڑھ لیتا ہوں۔ اور باقی مضامین دوسرے وقت فرصت پر چھوڑتا ہوں کیونکہ بقیہ مضامین تہائی پسند اور اپنے اندر خیالات کی قوت جاذبہ رکھتے ہیں۔ ڈاک کا کام کرنے اور چٹھی رسان کے حوالے کر کے بس الحکم کو پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔ مجھے پڑھتے وقت معلوم ہوتا رہتا ہے کہ جس طرح کیس لمپ کو آہستہ آہستہ تیل مٹی کا نیچے سے ...... کھینچتا رہتا ہے۔ اسی طرح میرا دل تدریجاً مسرور اور موٹا ہوتا رہتا ہے۔ جب پرچہ ختم کر لیتا ہوں تو میرا دل مارے خوشی کے ڈبل روٹی کی طرح پھولا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسوقت مجھے کوئی دنیا کی حاجت نہیں ہوتی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ الحکم کو اپنے نام سے ہی، جتلا رہا ہے کہ کس پاک وجود کے منصب کا نام ہے امید ہے زیادہ توسیع بخشے اور غیر احمدی بھائیوں میں سے سعید روحوں کے لئے اعلیٰ تبلیغ کا ذریعہ ہو۔ آمین۔

(خاکسار عبد الکریم خان یوسف زئی پوسٹ ماسٹر رام پور (کشمیر))

شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ لکھتے ہیں

شیخ مبارک احمد صاحب نے ایک خط لکھا ہے۔ جس میں الحکم کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے جماعت کو اس کی مدد کی طرف توجہ دلائی ہے اور خود بھی ایک خریدار دیا ہے اور آئندہ بھی خریداروں سے مدد دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزا (الحکم)

بخدمت مکرمی جناب شیخ صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ الحکم اپنی امتیازی خصوصیات اور شان نمایاں کی وجہ سے یہ حق رکھتا ہے کہ قوم اسکی ہر لحاظ سے مدد کرے اس کے سرپرستوں کو اس کے اخراجات کی فکر سے بے نیاز کر دے۔ تا وہ پورے طور پر اپنی شان کو قائم رکھ سکے۔ اور اس کے سرپرست قوم کے سامنے اس روحانی مائدہ کو پیش کرنے میں ہر وقت مستعد رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ الحکم اس دور جدید میں ایک خاص شان سے ظاہر ہوا۔ اور نہایت استقلال کے ساتھ چھ ماہ تک خدا کے پیارے کی پیاری پیاری باتوں کو ہم تک پہنچاتا رہا۔ اور اپنے اس فریضہ میں ذرہ بھر بھی کوتاہی نہ کی۔ بلکہ الحکم کے خاص نمبر نے تو اس کی شان کو اور بھی دوبالا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی الحکم کے سرپرستوں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس قومی امانت کو صحیح رنگ میں محفوظ رکھ سکیں اور اس روحانی مائدہ کو قوم کے سامنے بہتر سے بہتر صورت میں پیش کرتے رہیں۔

پیارے کی ہر ایک چیز پیاری معلوم ہوتی ہے لیکن وہ جو خدا کا پیارا اور خدا کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ کا سب سے پیارا ہو اسکی زندگی کے عرفان حالات۔ کلمات۔ طیبات کا حامل ہو۔ وہ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے متقاضی ہے اسی سے (الحکم سے) محبت اور اس کی مدد کی جائے۔ لیکن اس سے محض زبانی محبت اور پیار کوئی چیز نہیں۔ حقیقی محبت کا تو یہ تقاضا ہے کہ ہم اس کی ہر لحاظ سے مدد کریں۔ تا الحکم اپنے فرائض کو ادا کر سکے

میں اپنے حلقہ کا دورہ کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ اور خریدار بھجوانے کی کوشش میں ہوں۔

(خاکسار شیخ مبارک احمد عفی عنہ)

ہدیۂ درود

(از حضرت ثاقب مالیر کوٹلوی)

احمدِ عالی مکاں والا نشاں پر ہوں درود
حضرت باری نے تنہائی میں بلوایا انھیں
کیا ہی شیریں تھا بیان پاک احمد دوستو!
کر لئے بیگانے اپنے قوتِ اعجاز سے
چھوڑ کر جبریل کو سدرہ پہ جا پہنچے کہاں
کر دیا زندہ عرب کو روحِ ایماں پھونک کر
جن و انساں نام احمد پر ہوئے دل سے نثار
حق نے بخشا رحمۃ للعالمین جن کو لقب
یا محمد تو نے لاکھوں کو دلائی ہے نجات
یا محمد جان و تن کو پاک تو نے کر دیا

ہاں محمد سید ہر دو جہاں پر ہو درود
صاحب معراج بام آسماں پر ہوں درود
اس ہمارے احمد شیریں بیاں پر ہو درود
اس سراپا قوتِ معجز بیاں پر ہوں درود
طائر قدوسی نہ آسماں پر ہوں درود
زندگی بخش جہاں جان جہاں پر ہو درود
جن و انساں کے رسول انس و جاں پر ہو درود
خواجۂ دنیا و دیں اس مہرباں پر ہوں درود
تجھ پہ لاکھوں رحمتیں اور تیری جاں پر ہوں درود
جان و تن پر اور تری روح رواں پر ہوں درود

ثاقب شیریں نوا کے ساتھ مل کر دوستو!
سب کہو اب احمد والا نشاں پر ہوں درود

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف

(مینیجر)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا)

166

سیرت المہدی کا ایک ورق

اخبار الحکم ۲۱ جولائی نمبر ۲۶

سلسلہ کے لئے دیکھیے

مولوی رحیم بخش صاحب کی روایات

(۷)

مولوی رحیم بخش صاحب فرماتے ہیں کہ:-
اس زمانہ میں ایک ہندو جٹ سکنہ بسرا آپکے پاس آیا کرتا تھا۔ آپ ہمیشہ اسلام کی خوبیاں اس کے سامنے بیان کیا کرتے تھے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت ساکن قادیان بھی آپکے پاس آیا کرتے تھے۔ آپ ان کے سامنے بھی اسلام کی خوبیاں اور برکات بیان کرتے رہتے بسرا کا ہندو جٹ آخر مسلمان ہو گیا۔ اور اس کا نام عبدالرحمان رکھا گیا۔

(نوٹ) یہ شخص عبدالرحمان جس کا اصل نام ست سنگھ بسرا متصل قادیان کا رہنے والا تھا۔ ایک معزز زمیندار خاندان کا ممبر تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے ساتھ اس کے خاندان کے تعلقات تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابتدائی زندگی کے نمونے اور آپکی تبلیغ نے اثر کیا۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اعلان اسلام کے لئے اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بٹالہ سجادہ نشین صاحب کے پاس بھیجا۔ انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف میں ایک طویل خط لکھا۔ جس کو میں عرصہ ہوا الحکم میں شائع کر چکا ہوں۔ عبدالرحمان نہایت اخلاص کے ساتھ داخل اسلام ہوا اور دن بدن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے مخلصانہ تعلقات بڑھتے گئے۔ حضرت صاحب کی دعاوی کو اس نے شرح صدر کے ساتھ اور رویائے صادقہ کی بنا پر تسلیم کیا۔ جو ۲۷ ر رمضان ۱۳۱۹ھ کو اسے آئی۔ اس رویائے صادقہ کی بنا پر اس نے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر ایک اعلان ۲۳ر جنوری ۱۹۰۲ء کو شائع کیا۔ جس کو اسی زمانے میں میں نے ۲۴ر جنوری ۱۹۰۲ء کے الحکم میں شائع کر دیا تھا۔ (عرفانی)

(۸)

فرمایا کہ آپ اسلام کی حمایت کے واسطے ہمیشہ کوشاں رہتے۔ آپنے تبلیغی خط لکھنے شروع کئے ایک خط ملکہ معظمہ کو رجسٹری کرا کے بھیجا کہ دنیا میں سچا مذہب اسلام ہے۔ اور اسیطرح وسیرائے کلکتہ کو اور دوسرے بڑے بڑے انگریز افسروں کو۔ اور راجہ ریاست کپورتھلہ اور دوسرے لوگوں کو رجسٹری کرا کر بھیجے کہ دنیا میں سوا اسلام کے کوئی سچا مذہب نہیں۔ ان میں سے بعض لوگوں کی طرف سے رسیدیں بھی آگئیں تھیں۔

ایسا ہی ایک مرتبہ آپ نے سنا کہ جاپان چاہتا ہے کہ دنیا میں جسقدر مذاہب ہیں اُن کے لائق لائق آدمی بلا کر ایک جلسہ کیا جائے۔ تاکہ وہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ تحقیقات کے بعد جو مذہب سچا ہو اسے قبول کر کے تمام سلطنت میں رواج دیا جائے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر جاپان ایسا کرے تو ہم بھی وہاں پہنچ کر اسلام کی سچائی بیان کریں گے۔

پھر اس کے بعد روس کے ساتھ جاپان کی جنگ شروع ہو گئی تو یہ تحریک معرض التوا میں رہ گئی۔

(نوٹ) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اشاعت اسلام کے لئے جس قدر جوش تھا اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اگر دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کا جوش اشاعت ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دوسرے پلڑے میں تو یقیناً حضور کا پلڑا بہت بھاری ہو گا۔ آپ کی تبلیغی کوششیں اسقدر شاندار ہیں وہ بجائے خود ایک مستقل تصنیف کو چاہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور توفیق دی تو سیرت مسیح موعودؑ میں اس پر ایک مستقل باب لکھا جائے گا۔ —
اس جاپان کے متعلق ایک مرتبہ آریہ سماج نے ایک مشنری بھیجنے کا ارادہ کیا۔ ان کی تقلید میں مرحوم خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی ایک مشن بھیجنے کی تحریک حضرت کے حضور پیش کی لیکن حضرت نے اس کو پسند نہ فرمایا اور اسے محض آریوں کی تقلید قرار دیا اور اپنی تمام تبلیغی کارروائیوں کی بنیاد الہام الٰہی بیان فرمائی۔ (عرفانی)

(۹)

فرمایا:- آپ غربا اور مساکین پر ایسے مہربان تھے کہ یہ عاجز بیان نہیں کر سکتا۔ ایک مرتبہ ایک لنگڑا فقیر آیا وہ نمازی تھا۔ اس کے واسطے خود کھانا لائے۔ پانی لائے۔ اچھی طرح کھانا کھلا کر فرمایا کہ شاہ (یہ اس فقیر کا نام تھا) آپنے وضو کرنا ہے میں آپکے لئے پانی گرم کر کے لاؤں اور تہجد کیواسطے بھی گرم پانی لا دوں گا۔ اسوقت بھی آپکے پاس کچھ نہ کچھ مہمان رہتے تھے۔ اور اسطرح پر گویا ابتدائی حالت میں لنگر جاری تھا۔

(نوٹ) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمان نوازی اور غربا پروری کا انداز بالکل انوکھا اور بے نظیر ہے ہر شخص جو فطرت سلیم لے کر آپکے حالات زندگی پر غور کریگا تو اسے یہ دیکھ کر ایک بصیرت افروز ایمان حاصل ہو گا۔ کہ باوجودیکہ یہ شخص ایک ممتاز اور نسلاً بعد نسل واجب الاحترام خاندان کا ممبر ہے۔ لیکن غربا پروری۔ مسکین نوازی اور مہمان نوازی میں اپنی نظیر آپ ہے۔ آپ کی زندگی میں ایک دو نہیں بیشمار واقعات ایسے ہیں کہ آپنے اپنا کھانا بھی حاجت مندوں کو دے دیا ہے اور آپ صرف اس خوشی اور مسرت میں شکم سیر رہے کہ خدا کی مخلوق کیساتھ نیکی کی ہے اور عملاً آپنے دکھا دیا کہ فی الحقیقت انسان طعام سے نہیں بلکہ کلام سے زندہ رہتا ہے۔ لنگر خانے کے متعلق جو وحی آپ کو ہوئی تھی۔ اور جو روٹی آپ کو پیش کی گئی تھی اسکے متعلق خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ

یہ روٹی تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ حضور کو ہمیشہ اس وحی الٰہی کا عملاً احترام رہا اور اس لئے آپ مہمانوں کی آمد اور اُن کی خدمت میں بیحد خوشی محسوس کرتے تھے۔ اور ہر مہمان کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان اور آیت یقین کرتے تھے۔ (عرفانی)

(۱۰)

فرمایا:- ایک مرتبہ ایک پہاڑیا آپکے پاس آیا جو بہت بیمار تھا اسکا پیٹ پھولا ہوا تھا اس کا نام بیرا تھا۔ آپنے اسکا علاج کیا اور بڑی شفقت سے اپنے پاس رکھا۔ آپ کی مہربانیوں کی وجہ سے وہ آپ پر قربان تھا۔ اور بالآخر وہ پہاڑی ہی فوت ہو گیا۔

(نوٹ) بیرا پہاڑیا کے متعلق سیرت مسیح موعودؑ میں میں نے تفصیل سے لکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس پر اسقدر شفقت تھی کہ اس کی آخری بیماری میں ایک نہایت مخلص دوست کی معمولی سی غفلت کی وجہ سے اس پر ناراض ہوئے اور بیرے کے علاج معالجہ کے لئے کسی قسم کی خرچ کی پرواہ نہ کی۔ وہ ان پڑھ اور جاہل شخص تھا۔ مگر حضور اس کی قدامت اور سالہا سال کے تعلقات کے علاوہ اس کی مسکینی اور غربت کیوجہ سے اور ان خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو وہ مہمانوں کی کرتا تھا اسے بہت عزیز رکھتے تھے جس سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آپکی نظر میں اخلاص اور خدمت ایک چیز تھی جو قابل قدر بنا دیتی تھی۔ (عرفانی)

(۱۱)

فرمایا:- ایک مرتبہ ایک اپاہج حضور کے پاس آیا وہ ٹانگوں سے چل نہیں سکتا تھا۔ اس نے عرض کی کہ میری ٹانگیں نہیں ہیں مجھے سواری کی گھوڑی دے دیں میں تب جاؤں گا۔ اسوقت مالی کمزوری تھی۔ آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں سے روپیہ بھیج دیا تو گھوڑی لے دوں گا۔ تم ٹھہرے رہو۔ چنانچہ وہ ایک مدت تک ٹھیرا رہا۔ پھر اسے گھوڑی لے دی اور وہ چلا گیا [illegible]

(نوٹ) سائلین کے متعلق حضرت اقدس کا طرز عمل ہمیشہ یہ تھا کہ آپ کسی سائل کو رد نہ فرماتے تھے۔ اور بسا اوقات سائل جس چیز کا سوال کرتا وہی اسکو دے دیتے تھے

مسخیالی ضلع گورداسپور کا ایک زمیندار فقیر آیا کرتا تھا اور وہ ایک روپیہ کا سوال کیا کرتا تھا اسکو ہمیشہ ایک روپیہ عطا فرمایا کرتے تھے۔

(عرفانی)

ذکریات

مُبلغین احمدیت کے کارنامے

ہمارے سلسلہ کے مبلغوں نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں اور بڑے بڑے کارنامے دکھائے ہیں۔ مگر خود ان کی زبان سے نہ ان قربانیوں کی داستان سنی جاسکتی ہے۔ اور نہ وہ اسے پبلک میں لاسکتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم انکے کاموں کو آشکار کریں۔ تاکہ آنیوالی نسلیں نہ صرف یہ کہ انکے لئے دعا کریں۔ اور نہ یہ کہ وہ ان واقعات سے سبق لیں۔ بلکہ وہ ان واقعات سے اپنے ایمانوں کو تازہ بھی کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کی کھلی دلیل پاسکیں۔ اسلئے آج چند مبلغوں کے بعض کارناموں کا تذکرہ شائع کرتا ہوں۔ (محمود احمد عرفانی)

(۱)

پتھروں کے نیچے مدفون مبلغ

۱۹۲۵ء کو احمدیت کا ایک سپوت فرزند کابل کی جیل میں لایا گیا وہ متوسط القامت انسان تھا۔ اس کا جسم نہ نحیف تھا اور نہ چربی سے بھرا ہوا۔ اس کا چہرہ گول اور اسکی آنکھیں روشن تھیں۔ اسکے چہرے پر داڑھی ریشم کی طرح نرم اور سرمہ کی طرح سیاہ تھی اس کے ہونٹوں پر دائمی مسکراہٹ، کشادہ پیشانی اور چہرہ ہنس مکھ تھا اس کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ احمدیت کا منادی تھا۔ اسے اس لئے مجرم بنایا گیا تھا کہ وہ افغانستان کی پہاڑیوں میں اسلئے پھرا کرتا تھا کہ خدا کا نام بلند ہو۔ اور آسمانی بادشاہت کے زمین پر آنیکا اعلان کرسکے۔ وہ لوگوں کو کہتا تھا کہ حکومت کے وفادار رہو۔ وہ سننے والوں کو سناتا تھا کہ چوری۔ ڈاکے۔ زنا۔ بدنظری وغیرہ ہر قسم کی بداخلاقیوں سے بچو۔ اسپر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا۔ اور حکومت نے اسے مجرم بنایا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی گئیں۔ اسے قیدی کوٹھڑی میں بند کردیا گیا۔ اسے کہا گیا کہ تم ان جرائم سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے یہ مت کہو کہ خدا جیسے پہلے بولتا تھا اب بھی بولتا ہے اور یہ مت کہو کہ اس کی بادشاہت اب اس کے نبی احمد قادیانی کے ذریعے دنیا میں قائم ہوئی ہے۔ اس نے اپنی عادت کے مطابق مسکرا کر کہا کہ میں حق کیسے چھپاؤں؟ جیل کے علیگڑھ دل افسر نے کہا کہ ہم تمہیں بری طرح سختی کرینگے اور تم کو معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا ہوتا ہے؟ ہمارا نوجوان مبلغ اس شیطانی بڑ پر مسکرا کر خاموش ہو رہا۔

اسے جیل میں طرح طرح کے عذاب دئے گئے۔ بالآخر اسے زمین دوز جیل خانے میں بھیجدیا گیا۔ جہاں نہ سورج کی کرن کا گذر، اور نہ ہوا کے جھونکے کا دخل۔ تاریکی اور سیاہی کا غلبہ۔ نمی اسقدر کہ جسم گلنے لگے۔ تنہائی اور وحشت ایسی کہ کاٹنے کھائے۔ اس جیل کی کوٹھڑی میں حق کا مبشر بند ہے۔ مگر یہ تنہائی اسے گھبراہٹ میں نہیں ڈالتی بیکار اور معطل نہیں کرتی۔ بلکہ اس کے لئے دعاؤں اور عبادتوں کے لئے ایک پرلطف کان پیدا کردیتی ہے۔ جب بھی جیل کوٹھڑی کھلتی ہے۔ افسران بالا اسے نصیحت کرتے ہیں کہ تم اپنے خیالات سے توبہ کرو۔ ورنہ سنگسار کئے جاؤ گے۔ وہ زبان حال سے کہتا کہ میں جس کا چاکر ہوں وہ تو یہ کہتا ہے سے

دلبر کی راہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہوشیار ساری دنیا اک باؤلا یہی ہے

حکومت کے آدمی اپنا سر ٹپک کر مرگئے اور سارے ہی جتن کر چھوڑے مگر اس جوانمرد سے یہ اقرار نہ لے سکے کہ وہ حق گوئی چھوڑ دے گا۔ انھوں نے اس کے لئے خدا کی (جسکے دین کا وہ منادی تھا) دی ہوئی ہوا بند کردی۔ سورج کی روشنی کو اس تک پہونچنے سے روک دیا۔ اسکے گلے میں طوق و زنجیر ڈالدیئے۔ اور اس سے کہا کہ دیکھو کہ تمہارے سامنے دو ہی راہیں ہیں جسے چاہو مانو۔ خواہ اس دنیا میں زندہ رہنا قبول کرو اور خدا کی زمین پر چلو پھرو۔ اور اس کے بنائے پانی کو پیو۔ غذاؤں کو کھاؤ ٹھنڈی ہوا کا لطف لو۔ سورج کی روشنی کا مزہ اٹھاؤ۔ لیکن یہ تب ہی مل سکتا ہے کہ اگر تم جس چیز کی منادی کرتے ہو اس سے باز آؤ۔ اور اگر تم احمدیت کو رکھنا چاہتے ہو تو یاد رکھو تمہارا جسم پتھروں سے چھلنی کردیا جائے گا۔ زمین پر تمہارے خون کا ایک ایک قطرہ بہادیا جائے گا اور یہ ہوا یہ پانی۔ یہ سورج اور چاند اور ان کی روشنی جو سانپوں اور بچھوؤں تک سے نہیں چھینی جاسکتی تم سے چھین لی جائیگی اور اس دنیا سے تم کو ختم کردیا جائے گا۔

اس نے لاپروائی سے جواب دیا کہ جاؤ جو تمہاری مرضی ہے وہ کرو۔ میں حق کے لئے زندہ ہوں اور حق پھیلانے کے لئے۔ اگر تم مٹانا چاہتے ہو تو مٹالو میرا خون گزرنے والوں کو بتلائے گا کہ میں راستی اور استبازی کا منارہ ہوں۔ میری ہڈیاں گم گشتگان طریق کے لئے رہنمائی کرینگی بالآخر انھوں نے ایک دن مقرر کیا۔ پابہ زنجیر خاموش نورانی چہرے والے قیدی کو شہر میں پھرایا گیا۔ لوگوں میں اس کی تشہیر اور منادی کرائی کہ یہ احمدیت کا پیامبر ہے اور — صلح کا جھنڈا بردار ہے اسے کل سنگسار کیا جائے گا۔ قیدی کے چہرہ پر وقار اور نور جھلک رہا تھا۔ اور معصومیت اسکی بلائیں لیتی تھی۔ رحمت کے ملائکہ اسپر سلام بھیج رہے تھے۔ آخر وہ وقت آگیا جس کا انتظار تھا۔ گھٹنوں تک اسے زمین دفن کیا گیا وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کرنے والوں کا ایک انبوہ تھا جو اپنے ہاتھوں میں پتھر لئے ہوا تھا اس بے گناہ کو پتھروں سے مارنے لگا۔ سب سے پہلے مفتی اور علماء نے پتھر مارے اور دیکھتے دیکھتے اس کا نورانی جسم پتھروں سے چکنا چور ہوگیا اس کے پاک خون کا ایک ایک قطرہ بہادیا گیا۔ اور اس کے نازک جسم پر اس قدر پتھر مارے گئے کہ اس کے سر سے اوپر تک انبار لگ گیا۔ اسطرح اس جانباز نے جام شہادت نوش کرلیا اور اف تک نہ کی۔ وہ ظلمت کی پرستار دنیا کو چھوڑ کر اس کے پاس چلا گیا جس کے نام کی منادی کیا کرتا تھا۔ اور اسکی روح شہدائے اسلام کے زمرے میں داخل ہوگئی وہ سرخ خون وہ مدفون جسم ہمیشہ کے لئے خاموش مبلغ ہوگیا۔ یہ پتھروں کے نیچے مدفون مبلغ جس نے حق گوئی کو نہ چھوڑا مگر اپنی جان دیدی۔ وہ نعمت اللہ خاں شہید تھا اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے فضل اور رحم ہوں اسپر جس نے جان دی مگر حق سے منہ نہ موڑا۔

(۲ و ۳)

شمع احمدیت کے دو پروانے

پروانہ اٹھتا ہے اور شمع پر جس کا وہ عاشق ہوتا ہے گر کر اپنی جان دیدیتا ہے پس پروانے کا نام ایسے عشاق کے لئے ایک رمز بن گیا ہے جو دنیا میں اپنے عشق و وفا میں ایسے ثابت قدم ہوتے ہیں کہ پھر جان ہی کر در جاناں سے اٹھتے ہیں۔ ایسے عشاق میں سے آج دو کا تذکرہ کرونگا ایک کا مرقد ماریشس میں ہے اور دوسرے کا ایران میں۔ پہلا عین عنفوان شباب میں تھا تو دوسرا بڑھاپے کی منزلیں طے کر رہا تھا۔

عبید اللہ شہید مدرسہ احمدیہ کا فارغ التحصیل تھا۔ حافظ غلام رسول وزیر آبادی کا لخت جگر تھا۔ جزیرہ ماریشس میں تبلیغ کے عزم سے گیا۔ ملک کو خیرباد کہا۔ عزیز و اقارب کو چھوڑا اور اپنے سید و مولیٰ کا پیغامبر ہو کر سمندر کو چیرتا ہوا ماریشس جا پہنچا۔ اس نے جوانی میں جوانی کی امنگوں کو کچلا۔ وہ نیکی اور شرافت کا مجسمہ تھا۔ وہ خدا کے کلام کا حافظ - وہ خدا کے نبی کا جزائر کی طرف پیامبر تھا۔ اپنے ہاتھ میں اس کا جھنڈا لئے ہوئے تھا اس کے پاس آسمان سے اترا ہوا پانی تھا۔ جو حلق سے اترتے ہی زندگی میں انقلاب پیدا کردیتا ہے اور انسان کو ظلمانی سے نورانی بنا دیتا ہے اور ایک ابدی زندگی عطا کردیتا ہے۔ اس زمین کی ہوا اسے راس نہ آئی مگر اس نے کام نہ چھوڑا وہ خدا کے مامور و مرسل کا نام بلند کرنے کے لئے دن رات سعی کرتا۔ اس کی صحت آہستہ آہستہ جواب دینے لگی مگر اس نے اس جگہ سے جہاں اسے بھیجا گیا تھا اٹھنا پسند نہ کیا اور اس فرض منصبی کی ادائیگی میں نثار ہوگیا۔ اب اسکی قبر ہر گزرنے والے سے کہہ رہی ہے کہ میں خدا کے نبی کا پیام لیکر اس زمین میں آیا تھا۔ اور میں اسکے دین کے لئے اس سے غافل نہ ہوا حتیٰ کہ اسی فریضے کو ادا کرتے ہوئے میں نے اپنی جان دیدی میں غریب الوطن ہوں مگر میں نے یہ غربت تمہارے لئے اختیار کی۔ میں مجبور ہوں۔ مگر میں نے یہ ہجرت خدا کے لئے کی۔ اب بھی نصیحت پکڑو اور دیکھو عشاق یونہی نہیں مرا کرتے۔

شاہزادہ عبد المجید

درانی شاہزادوں میں سے ایک شاہزادہ علم و فضل کا پتلا تقویٰ اور نیکی کا مجسمہ تھا۔ خدا کے دین کی منادی بڑھاپے میں کرنے کے لئے گیا مولانا ظہور حسین نے اسے جس حال میں وہاں دیکھا وہ میں انھیں کے الفاظ میں درج کرتا ہوں:-

"میں جب روس سے آزاد ہو کر شاہزادہ صاحب کے پاس ایران میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں۔ ایک کمرہ میں اندھیرا ہے اور اس کے ایک طرف آپ چٹائی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک لوٹا اور ایک پیالہ آپکے پاس تھا۔ آپ چونکہ اپنے خرچ پر گئے ہوئے تھے۔ اسلئے آپ کا روپیہ خرچ ہو چکا تھا۔ اس موسم سرما میں آپ نے اپنے کپڑے فروخت کرکے کاغذ خرید لئے تھے اور ان کو جلا جلا کر سردیاں گذارا کرتے تھے۔ غسل کے لئے چونکہ حمام میں جانا ہوتا تھا اور وہاں دام دینے ہوتے تھے۔ انکے پاس اتنی گنجائش نہ تھی اس لئے عرصہ تک غسل نہ کرسکتے تھے۔ انکے ہاتھ پاؤں سردی سے پھٹ گئے تھے۔ کپڑے میلے تھے حجامت بڑھی ہوئی تھی۔ ایک دو پیسے کے انگور یا ایک ہی کی روٹی لیکر کھا لیتے اور پانی پی لیتے۔ اور بعض اوقات بغیر کھانے کے ہی دن گزر جاتا باوجود اس کے ان کا تبلیغ کا عزم دیکھ کر شرمندہ ہو جاتا۔"

شاہزادہ صاحب نہایت نازک بدن انسان تھے۔ مگر جو عشق سر میں تھا۔ اس نے منزل مقصود تک پہنچادیا۔ اور پیغام حق سناتے سناتے قربان ہوگئے۔ ان کی قبر کا اب نشان تک نہیں ملتا۔ بیشک وہ ظاہری لحاظ سے مٹ گئے۔ مگر جو ابدی زندگی حاصل کرچکے ان کو کون مٹا سکتا ہے؟

یہ تھا دوسرا پروانہ جو اٹھا اور شمع احمدیت پر فدا ہوگیا اے اللہ ان کی تربتوں پر تیرے فضلوں کی بارشیں ہوں۔ اور آسمان سے تیری رحمت کے پھول برسیں۔ اور جنت میں ان کے اعلیٰ مقام ہوں۔ آمین

(محمود احمد عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم ۲۸ ؍ جولائی ۱۹۳۴ء نمبر ۲۷)

ثمرات میں اولاد بھی داخل ہے اور سنتوں کے بعد آخر کی کامیابیاں بھی مراد ہیں۔ اُن کے ضائع ہونے سے بھی سخت صدمہ ہوتا ہے۔ امتحان دینے والے اگر کبھی فیل ہو جاتے ہیں۔ تو بارہا دیکھا گیا ہے کہ وہ خودکشیاں کر لیتے ہیں۔ ایوب بیگ کی بیماری کی ترقی امتحان میں فیل ہو جانے سے ہی ہوئی۔ پہلے تو اچھا خاصہ تندرست تھا

غرض اس طرح کے ابتلاء جن پر آئیں پھر اللہ تعالیٰ انکو بشارت دیتا ہے فبشر الصابرین الآیۃ یعنی ایسے موقعہ پر جہد کے ساتھ برداشت کرنے والوں کو خوشخبری اور بشارت ہے کہ جب اُن کو کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یاد رکھو کہ خدا کا خاص بندہ اور مقرب تب ہی ہوتا ہے کہ ہر مصیبت پر خدا ہی کو مقدم رکھے۔ غرض وہ ایک حصہ ہوتا ہے۔ جس میں خدا اپنی منوانا چاہتا ہے۔

دعا کے معنی تو یہی ہیں کہ انسان خواہش ظاہر کرتا ہے کہ یوں ہو۔ پس کبھی مولا کریم کی خواہش مقدم ہونی چاہیئے۔ اور کبھی اللہ کریم اپنے بندہ کی خواہش کو پورا کرتا ہے

دوسرا محل معاوضہ کا یہ ہے کہ ادعونی استجب لکم اس میں تناقض نہیں ہے۔ جب جہات مختلف ہوں تو تناقض نہیں رہا کرتا۔ اس محل پر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مانتا ہے۔

یہ خوب یاد رکھو کہ انسان کی دعا اسوقت قبول ہوتی ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے غفلت فسق و فجور کو چھوڑ دے جس قدر قرب الٰہی انسان حاصل کرے گا۔ اسی قدر قبولیت دعا کے ثمرات سے حصہ لیگا۔ اسی لئے فرمایا کہ واذا سئلک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون اور دوسری جگہ فرمایا ہے اولٰئک ینادون من مکان بعید یعنی جو مجھ سے دور ہو اسکی دعا کیوں کر سنوں۔ یہ گویا عام قانون قدرت کے نظارہ سے ایک سبق دیا ہے۔ یہ نہیں کہ خدا نہیں سن سکتا۔ وہ تو دل کے مخفی در مخفی ارادوں اور اُن ارادوں سے بھی واقف ہے جو ابھی پیدا نہیں ہوتے۔ مگر یہاں انسان کو قرب الٰہی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جیسے دور کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اسی طرح جو شخص غفلت اور فسق و فجور میں مبتلا رہ کر مجھ سے دور ہو جاتا ہے جس قدر وہ دور ہوتا ہے۔ اسی قدر حجاب اور فاصلہ اُس کی دعاؤں کی قبولیت میں ہو جاتا ہے

کیا سچ کہا ہے ع

پیداست ندا را بلند است جنابت

جیسے میں نے ابھی کہا گو خدا عالم الغیب ہے۔ لیکن یہ قانون قدرت ہے کہ تقویٰ کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔

نادان انسان بعض وقت عدم قبول دعا سے مرتد ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے کہ نوافل سے مومن میرا مقرب ہو جاتا ہے۔

نوافل فرائض کی کمی کو پورا کرتے ہیں

ایک فرائض ہوتے ہیں اور دوسرے نوافل یعنی ایک تو وہ احکام ہیں جو بطور حق واجب کے ہیں۔ اور نوافل وہ ہیں۔ جو زائد از فرائض ہیں۔ اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو نوافل سے پوری ہو جاوے۔

لوگوں نے نوافل صرف نماز ہی کے نوافل سمجھے ہوئے ہیں نہیں یہ بات نہیں ہے۔ ہر فعل کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں۔ انسان زکوٰۃ دیتا ہے۔ تو کبھی زکوٰۃ کے سوا بھی دے۔ رمضان میں روزے رکھتا ہے۔ کبھی اس کے سوا بھی رکھے۔ قرض لے تو کچھ زائد ساتھ دے۔ کیونکہ اس نے مروت کی ہے۔

نوافل متمم فرائض ہوتے ہیں۔ نفل کے وقت دل میں ایک خشوع اور خوف ہوتا ہے کہ فرائض میں جو قصور ہوا ہے وہ اب پورا ہو جاوے۔ یہی وہ راز ہے جو نوافل کو قرب الٰہی کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے۔ گویا خشوع اور تذلل اور انقطاع کی حالت اس میں پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی لئے تقرب کی وجہ ہیں۔ ایام بیض کے روزے۔ شوال کے چھ روزے یہ سب نوافل ہیں

پس یاد رکھو کہ خدا سے محبت تام نفل ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ پھر میں ایسے مقرب بندے کی نظر ہو جاتا ہوں۔ یعنی جہاں میرا منشا ہوتا ہے وہیں ان کی نظر پڑتی ہے۔

صادق موت کا بھروسہ نہیں رکھتا۔ اور خدا سے غافل نہیں ہوتا۔

اُن کے کان ہو جاتا ہوں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جہاں اللہ کی اور اس کے رسول کی یا اس کی کتاب کی تحقیر اور ذلت ہوتی ہے۔ وہاں سے بیزار اور ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ سن نہیں سکتے۔ اور کوئی ایسی بات جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکم کے خلاف ہو نہیں سنتے۔ اور ایسی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے ایسا ہی فسق و فجور کی باتیں اور سماع کے ناپاک نظاروں اور آوازوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ نامحرم کی آواز بُرے خیالات کا پیدا ہونا زنا الاذن ہے۔ اسی لئے اسلام نے پردے کی رسم رکھی ہے۔

انجیل کی تعلیم کا قرآن کی تعلیم سے مقابلہ

مسیح کا یہ کہنا کہ زنا کی نظر سے نہ دیکھ کوئی کامل تعلیم نہیں ہے اس کے مقابلہ میں کامل تعلیم یہ ہے جو مبادی گناہ سے بچاتی ہے۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم یعنی کسی نظر سے نہ دیکھیں کیونکہ دل اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ کیسی کامل تعلیم ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ "ہو جاتا ہے اس کے ہاتھ" بعض وقت انسان اپنے ہاتھوں سے بہت بے رحمی کا کام کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن کے ہاتھ جا بجا پر اعتدال سے نہیں بڑھتے۔ اور نامحرم کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ پھر فرماتا ہے۔ "اس کی زبان ہو جاتا ہوں" اس کا اشارہ ہے ما ینطق عن الھوٰی اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا۔

اور آپ کے ہاتھ کے لئے فرمایا ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔ غرض نفل کے ذریعہ انسان بہت بڑا درجہ اور قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اولیاء اللہ کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر من عادٰی لی ولیا فقد بارزنی بالحرب جو میرے دلی کا دشمن ہو۔ میں اس کو کہتا ہوں کہ اب میری لڑائی کے لئے تیار ہو جا۔ حدیث میں آیا ہے کہ خدا شیرنی کی طرح جس کا بچہ کوئی اٹھا لیجاوے اس پر جھپٹتا ہے

غرض انسان کو چاہیئے کہ وہ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ سعی کرتا رہے۔ موت کا کوئی وقت معلوم نہیں ہے کہ کب آ دے۔ مومن کو یہ مناسب ہے کہ وہ کبھی غافل نہ ہو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

(الحکم جلد ۴ نمبر ۴ ۔ تاریخ تقریر ۲۲ ؍ دسمبر ۱۹۰۰ء)

مخلص دوستوں کو ہمارے پاس رہنا چاہیئے کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان خان صاحب مخلص دوست کو مخاطب کر کے فرمایا:۔ ڈاکٹر صاحب ہمارے دو قسم کے دوست ہیں۔ ایک وہ جن کے ساتھ ہم کو کوئی حجاب نہیں اور دوسرے وہ جن کو ہم سے حجاب ہے۔ اسلئے اُن کے دل کا اثر ہم پر پڑتا ہے۔ اور ہم کو ان سے حجاب رہتا ہے (ربنا لا تجعلنا منتظرا بھم)

جن لوگوں سے ہم کو کوئی حجاب نہیں ہے۔ اُن میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے وہ دوست جن کو ہم سے کوئی حجاب باقی نہیں رہا۔ وہ ہمارے پاس رہیں کیونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ہم سب کے سب عمر کی ایک تیز رفتار گاڑی پر سوار ہیں اور مختلف مقامات کے ٹکٹ ہمارے پاس ہیں۔ کوئی دس برس کی منزل اُتر جاتا ہے کوئی بیس کوئی تیس اور بہت ہی کم ۸۰ برس کی منزل پر۔ جب کہ یہ حال ہے۔ تو پھر کیسا بدنصیب وہ انسان ہے کہ وہ اس وقت کی جو اُس کو دیا گیا ہے۔ کچھ قدر نہ کرے اور اس کو ضائع کر دے۔

انسان کی زاہدانہ زندگی کا معیار نماز ہے

انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا بھاری معیار نماز ہے۔ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں گریاں رہتا ہے۔ امن میں رہتا ہے۔ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں چیخ چیخ کر روتا ہے۔ اور اپنی ماں کی محبت اور شفقت کو محسوس کرتا ہے۔ اسیطرح پر نماز میں تضرع اور ابتہال کے ساتھ خدا کے حضور گڑگڑانے والا اپنے آپ کو ربوبیت کی عطوفت کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ یاد رکھو اس نے ایمان کا حظ نہیں اٹھایا۔ جس نے نماز میں لذت نہیں پائی۔ نماز صرف ٹکروں کا نام نہیں ہے۔ بعض لوگ نماز کو تو دو چار چونچیں لگا کر جیسے مرغی ٹھونگیں مارتی ہے ختم کرتے ہیں۔ اور پھر لمبی چوڑی دعا شروع کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ وقت جو اللہ تعالیٰ

کے حضور عرض کرنے کو ملتا تھا اس کو صرف ایک رسم اور عادت کے طور پر جلد جلد ختم کرنے پر گذار دیتے ہیں۔ اور حضور الٰہی سے نکل کر دعا مانگتے ہیں۔ نماز میں دعا مانگو۔ نماز کو دعا کا ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھو۔

فاتحہ فتح کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ مومن کو مومن اور کافر کو کافر بنا دیتی ہے۔ یعنی دونوں میں ایک امتیاز پیدا کر دیتی ہے اور دل کو کھولتی اور سینہ میں ایک انشراح پیدا کرتی ہے اس لئے سورۃ فاتحہ کو بہت پڑھنا چاہیئے۔ اور اس دعا پر خوب غور کرنا ضروری ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ وہ ایک سائل کامل اور محتاج مطلق کی صورت بنا دے۔ اور جیسے ایک فقیر اور سائل نہایت عاجزی سے کبھی اپنی شکل سے اور کبھی آواز سے دوسرے کو رحم دلاتا ہے۔ اسی طرح سے چاہیئے کہ پوری تضرع اور ابتہال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض حال کرے۔

پس جب تک نماز میں تضرع سے کام نہ لے اور دعا کے لئے نماز کو ذریعہ قرار نہ دے۔ نماز میں لذت کہاں؟ یہ ضروری بات نہیں ہے کہ دعائیں عربی زبان ہی میں کی جاویں۔ چونکہ اصل غرض نماز کی تضرع اور ابتہال ہے۔ اسلئے چاہیئے کہ اپنی مادری زبان میں ہی کرے۔ انسان کو اپنی مادری زبان سے ایک خاص اُنس ہوتا ہے۔ اور پھر اس پر قادر ہوتا ہے۔ دوسری زبان سے خواہ اُس میں کسی قدر بھی دخل ہو اور مہارت کامل ہو ایک قسم کی اجنبیت باقی رہتی ہے۔ اسلئے چاہیئے کہ اپنی مادری زبان ہی میں دعائیں مانگے۔

کسی کو کیا معلوم ہے کہ ظہر کے بعد عصر کے وقت تک زندہ رہے۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ہی دوران خون بند ہو کر جان نکل جاتی ہے۔ بعض دفعہ چنگے بھلے آدمی مر جاتے ہیں۔ وزیر محمد حسن خان صاحب ہوا خوری کر کے آئے تھے۔ اور خوشی خوشی زینہ پر چڑھنے لگے۔ ایک دو زینہ چڑھے ہونگے کہ چکر آیا بیٹھ گئے۔ نوکر نے کہا کہ میں سہارا دوں۔ کہا نہیں پھر دو تین زینہ چڑھے۔ پھر چکر آیا۔ اور اسی چکر کے ساتھ جان نکل گئی۔ ایسا ہی غلام محی الدین کونسل کشمیر کا ممبر یکدفعہ ہی مر گیا۔ غرض موت کے آجانے کا ہم کو کوئی وقت معلوم نہیں کہ کس وقت آجاوے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ اس سے بے فکر نہ ہوں پس دنیا کی غمخواری ایک بڑی چیز ہے جو سکرات الموت میں سرخرو رکھتی ہے۔ قرآن شریف میں جو آیا ہے ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم ساعت سے مراد قیامت بھی ہوگی۔ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ مگر اس میں سکرات الموت ہی مراد ہے۔ کیونکہ انقطاع تام کا وقت ہوتا ہے۔ انسان اپنے محبوبات اور مرغوبات سے یکدفعہ الگ ہوتا ہے۔ اور ایک عجیب قسم کا زلزلہ اس پر طاری ہوتا ہے۔ گویا اندر ہی اندر وہ ایک شکنجہ میں ہوتا ہے۔ اسلئے انسان کی تمام تر سعادت یہی ہے کہ وہ موت کا خیال رکھے اور دنیا اور اس کی چیزیں اسکی ایسی محبوبات نہ ہوں۔ جو اس آخری ساعت میں علیحدگی کے وقت اسکی تکالیف کا موجب ہوں۔ دنیا اور اس کی چیزوں کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے۔ ؎

این ہمہ در گشتنت آہنگ
گاہ بصلح کشندو گاہ بجنگ

قرآن کریم نے اس مضمون کو اس آیت میں ادا کر دیا ہے

انما اموالکم واولادکم فتنۃ کی تشریح

انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ اموالکم میں عورتیں داخل ہیں۔ عورت چونکہ پردہ میں رہتی ہے۔ اسلئے اس کا نام بھی پردہ ہی میں رکھا ہے اور اس لئے بھی عورتوں کو انسان مال خرچ کر کے لاتا ہے۔ مال کا لفظ مائل سے لیا گیا ہے۔ یعنی جس کی طرف طبعاً توجہ اور رغبت کرتا ہے۔ عورت کی طرف بھی چونکہ طبعاً توجہ کرتا ہے۔ اسلئے اس کو مال میں داخل فرمایا ہے۔ مال کا لفظ اسلئے رکھا تاکہ عام محبوبات پر حاوی ہو۔ ورنہ اگر صرف نساء کا لفظ ہوتا تو اولاد اور عورت دو چیزیں قرار دیجاتیں اور اگر محبوبات کی تفصیل کی جاتی تو پھر دس جزو میں بھی ختم نہ ہوتا۔ غرض مال سے مراد کل ما یمیل الیہ القلب ہے۔ اولاد کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ انسان اولاد کو جگر کا ٹکڑہ اور اپنا وارث سمجھتا ہے۔ مختصر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے محبوبات میں ضد ہے۔ دونوں باتیں یکجا جمع نہیں ہو سکتیں۔

اپنی بیویوں سے نیک سلوک کرو

اس سے یہ مت سمجھو کہ پھر عورتیں ایسی چیزیں ہیں کہ اُن کو بہت ذلیل اور حقیر قرار دیا جاوے۔ نہیں نہیں ہمارے ہادی کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیرکم خیرکم لاھلہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے۔ جس کا اپنے اہل و عیال کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں۔ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو۔ نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے۔ ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ بعض وقت ایک غصہ بھرا ہوا انسان بیوی سے ادنیٰ بات پر ناراض ہو کر اس کو مارتا ہے۔ اور کسی نازک مقام پر چوٹ لگی ہے۔ اور بیوی مر گئی ہے۔ اسلئے اُن کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے عاشروھن بالمعروف۔ ہاں اگر بیجا کام کرے تو تنبیہ ضروری چیز ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ عورتوں کے دلوں میں یہ بات جما دے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین و ملت کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کر سکتا۔ اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اس کی کسی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کر سکتا۔

خاوند عورت کے لئے اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پس مرد میں جلالی اور جمالی دونوں رنگ موجود ہونے چاہئیں۔ اگر خاوند عورت کو کہے کہ تو اینٹوں کا ایک ڈھیر ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھدے۔ تو اس کا حق نہیں ہے کہ اعتراض کرے۔ ایسا ہی قرآن کریم اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرشد کے ساتھ مرید کا تعلق ایسا ہونا چاہیئے جیسا عورت کا تعلق مرد سے ہو۔ مرشد کے کسی حکم کا انکار نہ کرے۔ اور اس کی دلیل نہ پوچھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم فرمایا ہے کہ منعم علیہم کی راہ کے مقید رہیں۔ انسان چونکہ طبعاً آزادی کو چاہتا ہے۔ پس حکم کر دیا کہ اس راہ کو اختیار کرے۔ تجربہ کار ڈاکٹر اگر غلطی بھی کرے تو جاہل کے علاج سے بہتر ہے ایک جاہل کے پاس اگر اعلیٰ درجہ کے تیز اوزار ہیں۔ لیکن حاذق ڈاکٹر کا نہ ہو تو وہ اوزار کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے ؎

اگر دستِ سلیمانی نہ باشد
چہ خاصیت دہد نقش سلیمانی

پس قرآن کریم ایک تیز ہتھیار ہے۔ لیکن اس کے استعمال کے لئے اعلیٰ درجہ کے ڈاکٹر کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ کی تائیدات سے فیضیافتہ ہو۔

یہ ضروری بات ہے کہ دل پاک ہو۔ لیکن ہر جگہ یہ دولت میسر نہیں آسکتی تھی۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو پیدا کیا مگر ہر شخص نبی نہیں ہوتا۔ اور وہ تعداد کم ہے۔ آدم ہی ایک ہے جو نطفہ کے بغیر پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح میرا الہام ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسکو کسی کی بیعت اور مرید کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بلکہ جیسے آدم خدا نے اپنے جمالی اور جلالی ہاتھ سے پیدا کیا ہے یہ خلیفۃ اللہ بھی اسی کے ہاتھ سے تربیت یافتہ اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ان سلسلوں سے الگ رکھا۔ جو منہاج نبوت کے خلاف ہیں۔ اب جبکہ یہ حال ہے کہ دل کی پاکیزگی کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور یہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک منہاج نبوت پر آتے ہوئے پاک انسان کی صحبت میں نہ بیٹھے اس کی صحبت کی توفیق نہیں ملتی۔ جب تک اولاد انسان یہ یقین نہ کر لے کہ وہ ایک مرنے والی ہستی ہے یہی ایک بات ہے جو اسکو صادق کی صحبت کی توفیق عطا فرماوے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک واعظ پیدا کرتا ہے۔ سب سے بڑھ کر واعظ یہ ہے کہ وہ کونوا مع الصادقین کی حقیقت کو سمجھ لے۔

صحابہ کرام کی حالت کو دیکھو کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کے لئے کیا کچھ نہ کیا۔ جو کچھ انھوں نے کیا اسی طرح ہماری جماعت کو لازم ہے کہ وہی رنگ اپنے اندر پیدا کریں۔ بدوں اسکے کہ وہ اصلی مطلب کو جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں نہیں پا سکتے۔ کیا ہماری جماعت کو زیادہ حاجتیں اور ضرورتیں لگی ہوئی ہیں جو صحابہ کو نہ تھیں؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے اور آپکی باتیں سننے کے واسطے کیسے حریص تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ساتھ ہے یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ صحابہ کی جماعت سے ملنے والی ہے وآخرین منھم لما یلحقوا بھم مفسرین نے مان لیا ہے کہ یہ مسیح موعود والی جماعت ہے۔ اور یہ گویا صحابہ کی جماعت ہوگی۔ اور وہ مسیح موعود کے ساتھ نہیں درحقیقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی ساتھ ہیں۔ کیونکہ مسیح موعود آپ ہی کے ایک جمال میں آئے گا۔ اور تکمیل تبلیغ اشاعت کے کام کے لئے مامور ہوگا۔ اس لئے ہمیشہ دل غم میں ڈوبتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو بھی صحابہ کے انعامات سے بہرہ ور کرے۔ اُن میں وہ صدق و وفا وہ اخلاص اور اطاعت پیدا ہو جو صحابہ میں تھی۔ یہ خدا کے سوا کسی سے ڈرنے والے نہ ہوں متقی ہوں۔ کیونکہ خدا کی محبت متقی کے ساتھ ہوتی ہے ان اللہ مع المتقین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

جناب سید محمود عالم صاحب

گذشتہ دنوں الحکم کے ایک نمبر میں سیرت المہدی کے عنوان سے سید محمود عالم صاحب کی کچھ روایات درج اخبار کی گئیں تھیں۔ اور ان کے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ سید صاحب کے حالات بھی الحکم کی کسی آئندہ اشاعت میں درج کئے جائیں گے۔ خیال تو یہ تھا کہ شاہزادہ عبدالمجید خان صاحب کے حالات شائع کرنے کے بعد سید صاحب کا تذکرہ شائع کروں گا۔ مگر حضرت والد صاحب قبلہ کی علالت نے اس میں تعویق ڈالدی۔ اسلئے سید صاحب کے خود نوشت حالات اس دفعہ شائع کر رہا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ اگلے نمبر سے شاہزادہ صاحب کے حالات مسلسل شائع کرنے کے قابل ہو سکوں گا و باللہ التوفیق۔ (محمود احمد عرفانی)

میرا آبائی وطن موضع رسا ڈاکخانہ جہان آباد ضلع گیا صوبہ بہار ہے

خاندانی حالات

میرا آبائی خاندان حسینی سید ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد سے ہے۔ اس اطراف میں دس بیس کوس تک میرے خاندان کے لوگ پھیلے ہوئے ہیں۔ اور سب کے سب اپنے آپ کو سیدی کہتے ہیں۔ میرے قریبی بزرگوں میں بہت نیک لوگ بھی گذرے ہیں۔ میرے نانا صاحب حضرت فریدالدین صاحب شکر گنج جن کی قبر پاکپتن میں ہے کی اولاد سے تھے۔

میرے خاندان کے لوگ ننھیال ہوں یا ددھیال صاحب جائیداد اور با اثر لوگ تھے۔ مگر گردش زمانہ کی وجہ سے دونوں طرف کی جائیدادیں جاتی رہیں۔ دادا صاحب کی جائیداد تو اسطرح ہو گئی کہ وہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے اور زیست کی امید نہ رہی۔ ان کی بیماری میں ایک عزیز رشتہ دار نے دادا صاحب کی طرف سے جعلی طور پر ساری جائیداد فروخت کر دی۔ مگر دادا صاحب جن کا نام یاور حسین تھا بیماری سے صحت یاب ہو گئے۔ اور باوجود جائیداد کے ضائع ہونے کے خاموش رہے کہ مقدمہ کرنے میں ایک عزیز جیل خانہ میں جاتا ہے اور خاندان کی بدنامی ہوتی ہے

میرے والد صاحب کا نام تبارک حسین تھا۔ جو نہایت رحم دل طبیعت کے تھے۔ ایک رات میں انھیں کے ساتھ سویا ہوا تھا کہ اتفاق سے جب رات کسوقت آنکھ کھلی تو والد صاحب موجود نہ تھے۔ والدہ کو آواز دی تو سنا یا وہ اپنے ایک دشمن جسے لوگ نشہ پلا کر فلاں مقام پر قتل کرنے کے لئے لے گئے ہیں اس کے حال پر رحم کھا کر اس تاریک رات میں تن تنہا اسے چھڑانے کے لئے چلے گئے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد اپنے دشمن کو اسکے دشمنوں کے پنجہ سے چھڑا کر لے آئے۔

والد صاحب کا انتقال

والد صاحب کی وفات سے چند دن پہلے مینے خواب میں دیکھا کہ ان کی قبر کھودنے کے لئے ایک شخص حکیم فضل الرحمان مقرر کیا گیا ہے۔ حالانکہ مجھے ان کی بیماری کی خبر بھی نہ تھی۔ خواب کے دو تین دن بعد بڑے بھائی صاحب کا خط آیا کہ والد صاحب سخت بیمار ہیں۔ چنانچہ اسی بیماری میں والد صاحب فوت بھی ہو گئے۔

میری والدہ صاحبہ کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ دعا کرتی تھیں کہ خدایا بچوں کو نیک بنانا۔ اور اگر ان کے مقدر میں نیکی نہیں تو ان کی بدی سے ان کی موت میرے لئے زیادہ پسندیدہ ہے۔ جب سے مینے ہوش سنبھالا اُسوقت سے والدین کو صوم و صلوٰۃ کا پابند پایا۔

ایک مرتبہ میری ایک چچی صاحبہ سخت بیمار ہوئیں۔ اور گھر والوں کو تشویش لاحق ہو گئی۔ میں بالکل ہی بچہ تھا اور ایک جگہ کھیل رہا تھا کہ کھیلتے کھیلتے دیکھا کہ چچی صاحبہ کے کمرہ سے غبار کی شکل میں ایک چھوٹی سی چیز نکلی ہے۔ اور جوں جوں آگے بڑھتی گئی بلندی میں بھی اونچی ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ آسمان تک پہونچ گئی۔ اور بالآخر گھر کی چاردیواری سے باہر نکل گئی اور نظر سے غائب ہو گئی۔ خدا کی شان کہ دوسری صبح کو چچی صاحبہ بالکل اچھی تھیں۔

میں ابھی بچہ ہی تھا کہ والدہ صاحبہ نے نانا صاحب کے پاس جن کا نام ریاض علی تھا پڑھنے کے لئے بھیجدیا۔ میں کسی غرض کے ماتحت ایک طرف جا رہا تھا کہ دیکھا کہ ایک جوگی گیروا لباس پہنے ہوئے میرے آگے آگے جا رہا ہے۔ بچپن کے شوق میں میں اُن کے پیچھے چلا۔ مگر چند قدم کے بعد وہ جوگی میری نظر سے غائب ہو گیا۔ مینے پتہ لگانیکی بہت کچھ کوشش کی کہ کدھر گیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اور ایک لمبے عرصہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ خدا کے راستہ میں خدا کے نبی کے لئے مجھے سفر کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ایک شخص عاشقانہ رنگ میں کیفیت زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتا ہوا لکھتا ہے کہ میں آپ کی زیارت کو پا پیادہ اور گیروا لباس پہنے ہوئے آؤں۔ چنانچہ ان شعروں میں سے ایک شعر جو مجھے اسوقت یاد ہے یہ ہے ؎

میرے ہوں بال کھلے پاؤں برہنہ ہو وے
گیروا رنگ لگے ہیں میرے کرتہ ہو وے

چنانچہ میرے سفر نے اسی کی تصدیق کر دی

میں نانا صاحب ہی کے پاس تھا کہ والدہ صاحبہ خود بھی دوسرے بچوں کو ساتھ لے کر آگئیں۔ بڑے بھائی صاحب اسوقت موجود نہ تھے۔ باقی سب کے سب ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ماموں صاحب ہم سب سے ایک سوال کر بیٹھے کہ تم لوگ جوان ہو کر کہاں کہاں رہو گے کسی نے کچھ کہا۔ اور کسی نے کچھ۔ مگر مینے جو جواب دیا اس پر مجھے بڑا لطف آتا ہے جو یہ تھا کہ مجھے کیا خبر کہ جوان ہو کر کہاں رہونگا۔ میری بات پر لوگ ہنسے اور خوب دل کھول کر ہنسے کہ بات تو نہایت معمولی کہی ہے۔ چنانچہ واقعات نے بچپن کے الفاظ کی تصدیق کر دی۔ کہ میں ایک غیر مقام میں جسے قادیان کہتے ہیں آ بسا

میرے چچا صاحب ایک جگہ ملازم تھے۔ والد صاحب مجھے دس پندرہ روز کے لئے ان کے پاس چھوڑ آئے۔ اتفاق سے چچا صاحب کو انکوائری کے لئے کسی دوسرے مقام پر جانا پڑا۔ موسم گرمی کا تھا۔ چچا صاحب جاتے وقت مجھے چند پیسے دیگئے کہ کھانا دو بجے تیار ہوا کرتا ہے۔ صبح ان پیسوں سے کچھ خرید کر ناشتہ کر لینا۔ مگر عجیب اتفاق کہ صبح کیوقت ایک سائل آ گیا۔ جسے دیکھ کر مجھے ترس آ گیا اور پیسے اس کے حوالہ کر کے آپ دو بجے تک بھوکا رہا۔

غالباً نو سال کی عمر ہوگی کہ میرا ایک چھوٹا بھائی فوت ہو گیا والدہ صاحبہ صدمہ کی وجہ سے کھانا نہیں کھاتی تھیں۔ دو وقت گذرنے کے بعد تیسرے وقت مینے یہ تجویز سوچی کہ خوشی کھانا چھوڑ دوں تا اسی ذریعہ سے والدہ صاحبہ کھانا کھائیں۔ چنانچہ میری یہ تجویز کارگر ہوئی۔ اور والدہ صاحبہ نے میرے ساتھ ملکر کھانا کھایا۔

احمدیت سے محبت کی ابتداء

سنہ ۱۹۰۲ء میں میں پٹنہ شہر کیا پڑھنے کے لئے آیا۔ جس جگہ میں رہتا تھا۔ وہاں ایک بزرگ تشریف لائے اور کہتے تھے کہ پنجاب میں ایک بہت بڑا عالم ہے ایک عیسائی اس کی دعا کے مقابلہ میں آیا تھا جو مر گیا۔ اسلئے اب کوئی عیسائی اس کے مقابلہ میں نہیں آتا۔ مجھے بغیر نام اور کیفیت معلوم ہوئے محبت ہو گئی غالباً سنہ ۱۹۰۲ء میں میرے بڑے بھائی صاحب جن کا نام محبوب عالم ہے پٹنہ شہر کی طرف جا رہے تھے کہ دو شخص آپس میں باتیں کرتے ہوئے گذرے کہ پنجاب میں کسی شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بھائی صاحب سن کر حیران رہ گئے کہ پوچھوں تو کس سے پوچھوں۔ کہنے والے تو چلے گئے۔ شاید سٹیشن ماسٹر کو علم ہو۔ چنانچہ ان کا خیال درست نکلا۔ نام و پتہ وغیرہ دریافت کر کے مکان پر آ گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط لکھا کہ مجھے آپکے حالات معلوم نہیں صرف نام سُنا ہے۔ اگر براہ کرم اپنی تصانیف بھیجا کریں تو پڑھ کر واپس کر دیا کروں گا۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کتابیں بھجواتے رہے اور بھائی صاحب پڑھ پڑھ کر واپس کرتے رہے لوگوں نے اسی وقت سے مخالفت شروع کر دی۔ مگر بھائی صاحب نے استقلال سے کام لیا۔ اور کچھ عرصہ بعد بیعت کر لی۔ مینے بھی کچھ عرصہ بعد بھائی صاحب کے ذریعہ کتابیں پڑھیں اور بیعت کر لی۔

والد صاحب کی رؤیا

احمدیت کے کچھ عرصہ پہلے شہر سے گھر گیا اور اتفاق سے والد صاحب ہی کے ساتھ سویا۔ خواب میں والد صاحب کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا یہ لڑکا جو تیرے ساتھ سویا ہوا ہے۔ بہت بڑا وکیل ہو گا۔ والد صاحب بہت خوش ہوئے۔ لیکن جب میں احمدی ہو گیا اسوقت والد صاحب نے کہا کہ

آپکے خواب کی تعبیر میرا احمدی ہونا ہے۔

میرا خواب

احمدی ہونے سے چند ماہ پہلے ایک خواب دیکھا کہ میں مرگیا ہوں۔ اور نہلا دھلا کر کفن پہنا دیا گیا ہے۔ مگر چہرہ کفن سے خالی ہے۔ گھر کے سب لوگ رو پیٹ رہے ہیں۔ میں انہیں سمجھاتا ہوں کہ میں تو اچھا بھلا ہوں۔ مجھے تو کوئی تکلیف نہیں۔ آپ لوگ روتے کیوں ہیں۔ مگر میری آواز کو لوگ نہیں سنتے۔ پھر میں دل میں کہتا ہوں کہ سنا تھا کہ مردہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اور بولتا بھی ہے۔ مگر اس کی آواز دوسرے نہیں سنتے۔ سو یہی حال یہاں ہے۔ چنانچہ میرے احمدی ہونے اور خاص کر قادیان آنے پر بہت کچھ رونا پیٹنا ہوا۔ مگر میری آواز پر کسی نے کان نہیں دھرا۔

ایک اور رویا

احمدی ہونے کے بعد ایک مرتبہ گھر پر شمالاً جنوباً برآمدہ میں سویا ہوا تھا کہ دیکھا کہ شمال مغرب میں (میرے گھر سے قادیان بالکل شمال مغرب میں ہے) آسمان میں زمین سے چند نیزہ اوپر چاند ہلال کی شکل میں ہے۔ میرے دیکھتے دیکھتے چاند بڑی تیزی سے نیچے جاتا ہے۔ اور پھر جب اپنے مقام پر آتا ہے تو بجائے ہلال کے پورا چاند ہوتا ہے۔ اور میری پیشانی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پانچ مرتبہ ہوا۔ اور میں نے بہت شور مچایا کہ دیکھو حضرت مسیح موعودؑ کی بدولت میری پیشانی کیسی روشن ہے کہ میری پیشانی کی روشنی سے در و دیوار بھی روشن ہیں۔ رسالہ الوصیت شائع ہوتا ہے بھائی صاحب منگواتے ہیں۔ میں پڑھ کر کہتا ہوں کہ اس رسالہ کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ نے دشمنوں کے ایک زبردست اعتراض کو خاک میں ملا دیا ہے۔ بھائی صاحب نے پوچھا کہ وہ کیا؟ میں نے جواب دیا کہ یہاں دشمنوں کے دو اعتراض تھے ایک۔ ایک تو یہ مولوی نورالدین صاحب بہت بڑے عالم ہیں۔ انکی وجہ سے لوگ مرزا صاحب کو مان رہے ہیں۔ جس کا جواب ہماری طرف سے یہ تھا کہ ہم تو جانتے بھی نہیں کہ وہ کون صاحب ہیں۔ جس طرح ہم نے بیعت کی ہے۔ بیعت کرنے میں ہم سب برابر ہیں۔ اور دوسرا اعتراض یہ تھا کہ مرزا صاحب نے مولوی نورالدین صاحب سے وعدہ کیا ہے کہ وفات کے وقت تم کو خلیفہ مقرر کر جاؤں گا۔ چنانچہ اسی لالچ پر مولوی نورالدین صاحب نے مرزا صاحب کی بیعت کی ہے۔ جس کا جواب ہماری طرف سے یہ تھا کہ یہ کس کو معلوم ہے کہ کون پہلے مرے گا اور کون پیچھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے حضرت ابوبکرؓ کی مثال دیکر فرمایا حضرت ابوبکرؓ کی طرح میرے بعد بھی ایک خلیفہ ہوگا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ جس پر کم از کم چالیس احمدیوں کا اتفاق ہو۔ پھر ان الفاظ نے زید و بکر کی شخصیت کو باطل کر دیا۔ کچھ دنوں بعد جبکہ میں دو سال کی متواتر اور خطرناک بیماری سے پورے طور پر صحت یاب بھی نہیں ہوا تھا کہ میرے دل میں قادیان آنے کا شوق بلکہ جنون پیدا ہوا۔

قادیان کا سفر

بھائی صاحب نے اصرار کیا کہ قادیان مت جاؤ نہیں رکھا ہوا کم از کم انٹرنس پاس کرکے جانا۔ تاکہ وہاں تکلیف نہ ہو۔ والدین غیر احمدی تھے۔ الغرض کسی نے زاد راہ نہ دیا۔ بیماری کی وجہ سے میرا جسم بہت کمزور و ضعیف ہو رہا تھا۔ مجھ میں دو چار میل بھی چلنے کی طاقت نہ تھی مگر خدا نے دل میں جوش ڈالدیا اور حالت صحت سے پیدل ہی اور پیدل سفر کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسوقت میں پٹنہ میں تھا چلتے وقت لوگوں نے مشورہ دیا کہ والدین سے ملکر جاؤ۔ مگر میں نے انکار کر دیا کہ ممکن ہے والدہ کی توجہ و فریاد سے میری جرأت ٹوٹ جاتی اور قادیان جانے کا ارادہ ترک کر دوں۔ بہر حال میں چلا۔

چلتے وقت ایک کارڈ حضرت مسیح موعودؑ کو لکھا کہ میرے لئے دعا کی جاوے۔ میرے حالات سفر یہ ہیں اور ایک کارڈ بھائی صاحب کو لکھا کیونکہ اسوقت وہ دوسری جگہ پر تھے کہ میں جا رہا ہوں اگر قادیان پہنچا تو خط لکھوں گا۔ اور اگر راستہ میں مر گیا تو میری نعش کا کسی کو پتہ نہ لگے گا۔ میں نے سفر کے لئے احتیاطی پہلو اختیار کرلئے تھے اور ریلوے لائن کا نقشہ رکھ لیا تھا (۲) جلدی جلدی چند درسی کتب فروخت کرکے کچھ پیسے رکھ لئے تھے۔ تاکہ راستہ میں گداگری نہ کرنی پڑے۔ (۳) کمزور بہت تھا اور مسافت دور کی تھی۔ پچاس ساٹھ میل تک ریل پر سفر کیا۔ تاکہ اگر صحت بار دے تو لوٹنے کی ہمت نہ ہو۔ اور بجائے واپس ہونے کے آگے ہی آگے چلتا رہوں۔ میں برابر تیس تیس میل روزانہ چلتا رہا۔ جہاں رات ہوئی وہاں ٹھہر گیا۔ کبھی سٹیشن پر اور کبھی کمیٹیوں میں۔ پاؤں کے دونوں تلوے زخمی ہو گئے تھے ع

خدایا آ کے دیکھو میرے پاؤں کے چھالوں کی

جب رات بسر کرنے کے لئے کسی جگہ ٹھہرتا تو شدت درد کی وجہ سے پاؤں اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتا تھا جب صبح ہوتی نماز پڑھتا اور چلنے کیلئے قدم اٹھاتا تو پاؤں اپنی جگہ سے نہیں ہلتے تھے ہزار دشواری انہیں حرکت دیتا۔ اور ابتدا میں بہت ہی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا۔ اور چند منٹ بعد اپنی پوری رفتار میں آ جاتا۔ جوتا پہننے کے قابل پاؤں نہیں رہے کیونکہ تلوے چھالوں سے پر تھے۔ اس لئے کبھی روڑے اور کبھی ٹھیکریاں چبھ چبھ کر بدن کو لرزا دیتیں۔ کبھی ریل کی پٹری پٹری چلتا۔ اور کبھی عام شاہ راہ پر اتر آتا۔ بڑے بڑے ڈراؤنے راستہ سے گذرنا پڑتا۔ ہزاروں کی تعداد میں بندروں اور سیاہ منہ والے لنگوروں سے واسطہ پڑا۔ جن کا خوفناک منظر دل کو ہلا دیتا ہے۔ علی گڑھ شہر سے گذرا مگر مجھے خبر نہیں کہ شہر کیسا ہے۔ اور کالج وغیرہ کی عمارتیں کیسی ہیں۔ البتہ چلتے چلتے دائیں بازو پر کچھ فاصلہ پر سفید عمارتیں نظر آتیں۔ اور پاس کے گذرنے والے سے صرف یہ پوچھ کر کہ یہ عمارت کیسی ہے اور اس کے یہ کہنے پر یہ کالج کی عمارت ہے۔ آگے چل پڑا دہلی شہر سے گذرا اور ایک منٹ کے لئے بھی وہاں نہ ٹھہرا۔ کیونکہ میرا مقصود کچھ اور تھا۔ وہاں کے بزرگوں کی قبروں کی زیارت میرا مقصود نہیں تھا اس لئے میں ایک سکنڈ کے لئے بھی اپنے مقصود سے باہر نہیں ہونا چاہتا تھا۔ زخمی پیروں کے ساتھ قادیان پہنچا۔ اور مہمان خانہ میں ٹھیرا چند منٹ کے بعد حضرت حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ نے دودھ کا ایک گلاس دیا۔ میری جیب میں پیسے نہیں تھے۔ پینے سے انکار کر دیا آخر ان کے کہنے پر کہ خرچ سے نہ ڈریں آپکو پیسے نہیں دینے ہونگے پی لیا سبحان اللہ والحمد للہ

قادیان میں پہلی غذا دودھ ہی ملی۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ سے ملا۔ حضور حالات دریافت کرتے رہے۔ خلیفہ اول نے زخموں کا علاج کیا اور حافظ روشن علی صاحب مرحوم کو تعلیم کے لئے مقرر کر دیا اور بعد میں خود تعلیم دیتے رہے

مئی ۱۹۰۸ء میں جب حضرت مسیح موعود لاہور تشریف لیگئے تو بعد میں حضرت خلیفہ اول رضؓ کو بھی بلوا بھیجا۔ حضرت خلیفہ اول کے ساتھ میں بھی لاہور گیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت دائیں بازو میں کھڑا تھا۔ لاہور سے آنے پر باغ میں حضرت خلیفہ اولؓ نے لوگوں سے بیعت لی۔ بیعت کیوقت میں حضرت خلیفہ اولؓ کے ساتھ چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا حضرت خلیفہ اولؓ نے جو خطبہ پڑھا اور حضرت میر ناصر نواب صاحب نے رو رو کر جو معافی مانگی وہ میرے دماغ میں ابتک گونج رہا ہے لاہور سے آتے ہی ایک جلد رسالہ الوصیت کی بھائی صاحب کو بھیجدی۔ جس کا جواب بھائی صاحب نے جو دیا وہ یہ ہے :-

"مجھے تو حضرت مسیح موعود اور دوسرے تمام انبیاء ایک لڑی میں پروئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کو چھوڑ کر سوائے دہریت کے درمیان میں اور کوئی مقام نظر نہیں آتا۔"

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے چند دنوں بعد ایک رویا دیکھی کہ میں مہمان خانہ میں وضو کر رہا ہوں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کی صداقت پر بعض نامکمل کتابوں کی بنا پر اعتراض کرنا درست نہیں۔ خدا تعالیٰ نے جتنا کام ان سے لینا تھا لیا۔ کیا اگر قرآن شریف بجائے تیس پارے کے کچھ کم نازل ہوتا۔ تو کس کا حق تھا کہ اعتراض کرے کہ اتنا کیوں نازل ہوا۔ اتنا کیوں نازل نہ ہوا۔ یا یہ کہ تیس ہی پارے کیوں نازل ہوئے۔ زیادہ کیوں نہ ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے جتنی ضرورت سمجھی نازل کیا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے جتنا کام ان سے لینا تھا لیا۔ چنانچہ چند دنوں بعد میرے بھائی صاحب کا خط آیا کہ یہاں دشمن یہ اعتراض کرتے ہیں اس کا کیا جواب دیا جائے میں نے اپنی یہی رویا لکھ کر بھیجدی۔

پٹنہ آنے سے پہلے نانا صاحب و دیگر استادوں سے فارسی کی درسی کتابیں پڑھیں۔ پٹنہ آکر بھائی صاحب نے سکول کی درسی کتابیں پڑھا کر اعلیٰ جماعت میں نام لکھوایا۔ جب فورتھ ہائی میں پہنچا تو سالانہ امتحان سے پہلے بیمار ہو گیا۔ بیماری ہی میں امتحان دیکر پاس ہوا۔ مگر فتھ ہائی میں بیماری کی شدت کے باعث پڑھ نہیں سکا۔ بلکہ شفا خانہ میں زیر علاج رہا۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد شفا خانہ کے ڈاکٹروں نے بیماری کو لاعلاج کہدیا۔ خدا کی شان اچھا تو ہوا مگر ایک یکہ بان کی دوا سے۔ اور بیماری کا کچھ حصہ باقی تھا کہ قادیان کی طرف چل پڑا اور راستہ ہی میں بیماری جاتی رہی۔ قادیان پہنچکر حضرت خلیفہ اول اور دوسرے بزرگوں سے عربی کی کتابیں پڑھیں۔ مگر علم طب کے قریب نہ گیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اپنے دماغ میں علم طب کے ساتھ مناسبت نہیں پائی۔ اور ڈرا کہ مخلوق خدا کی ہلاکت میرے جیسے نالائق کی عاقبت نہ خراب کر دے۔ دنیا میں روزی کمانے کے ہزاروں ذرائع ہیں۔ خدا جس طرح چاہے گا روزی کا سامان کر دے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ٹکلی کے ذریعہ روزی دے رہا ہے۔

رویا

حضرت خلیفہ اولؓ کے درمیانی زمانہ میں میں نے ایک رویا دیکھی کہ میرا آبائی وطن ہے۔ جس کے صحن میں ایک بڑا سا بیر کا درخت ہے (واقعی اس مقام پر میری یاد تک ایک بڑا سا بیر کا درخت تھا) اس کے سایہ میں حضرت خلیفہ اول و حضرت خلیفہ ثانی اور یہ عاجز کھڑے ہیں اور درخت کے شمال کی طرف سایہ سے باہر مولوی محمد علی صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہ وغیرہ کھڑے ہیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ حضرت خلیفہ ثانی کے متعلق کوئی بات منوانا چاہتے ہیں۔ مگر یہ لوگ مانتے نہیں۔ حضرت خلیفہ اول فرماتے ہیں کہ میرا کہنا مان لو۔ تمہارے لئے بھلا ہو گا۔ اور یہ (حضرت خلیفہ ثانی کی طرف اشارہ کرکے) اتنا بڑا شخص ہے کہ دنیا کو اپنی مٹھی میں دبا لے گا۔ اس کی مخالفت نہ کرو۔ حضرت خلیفہ اول نے اس فقرہ کو بار بار دہرایا۔ مگر یہ لوگ انکار ہی کرتے رہے۔ آخر حضرت خلیفہ اولؓ کو غصہ آگیا اور غصہ میں سخت الفاظ کہنے لگے۔ حضرت خلیفہ اول یہ فقرہ کہتے رہے اور یہ لوگ منہ سامنے رکھ کر رجعت قہقری کے طور پر پیچھے ہٹتے گئے۔ اور چار دیواری سے باہر نکل گئے۔ مگر پھر بھی منہ سامنے ہی رکھا۔

حضرت خلیفہ اولؓ کے آخری زمانہ میں۔ جبکہ آپ نواب

محمد علی خان صاحب کی کوٹھی پر بیماری کی وجہ سے تھے۔ ایک دوسری رویا دیکھی کہ مسجد نور کے پاس جو بڑ وہ کا درخت ہے۔ وہاں سے لے کر فیلڈ کے آخر تک جماعت کے لوگ بیٹھے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول فیلڈ کے شرقی جانب بیٹھے ہیں ....

.... اور میں آپکے پاس ہوں۔ خلیفہ اول نے جماعت سے مشورہ پوچھا کہ میرے بعد خلیفہ کون ہونا چاہیئے؟ جماعت نے بالاتفاق خلیفہ ثانی کا نام لیا۔ مگر فیلڈ کے آخری مغربی حصہ سے خواجہ کمال الدین صاحب کی آواز آئی کہ مولوی محمد علی صاحب۔ حضرت خلیفہ اول نے سوال کیا کہ کیوں؟ مگر خواجہ صاحب سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

حضرت خلیفہ ثانی کے ابتدائی زمانہ میں ایک رویا دیکھی کہ ایک بہت بڑا وسیع میدان ہے جس میں حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے لئے عمارت تیار ہو رہی ہے۔ سینکڑوں آدمی اس عمارت پر کام کرتے ہیں۔ اور کام کرنے والے فرشتہ معلوم ہوتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں بڑی وسیع عمارت تیار ہو گئی۔ جو اپنی وسعت اور بلندی کے لحاظ سے نظر سے بالاتر ہے اور نہایت ہی شاندار اور خوبصورت عمارت ہے

ایک اور خواب

پھر ان دنوں میں جبکہ غیر احمدیوں کا قادیان میں جلسہ شروع ہوا دوسری رویا دیکھی کہ امرت سر سٹیشن ہے اور ریل گاڑی شرقاً غرباً کھڑی ہے۔ شرقی ڈبہ میں حضرت مسیح موعود تشریف رکھتے ہیں اور بالکل متصل غربی ڈبہ میں ہم احمدی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ڈبہ سے نام بنام لوگوں کو بلایا جاتا ہے اور جس کا نام لیا جاتا ہے اور اپنے ڈبہ سے اتر کر شرقی ڈبہ میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف رکھتے ہیں چلا جاتا ہے۔ آخری نام جو لیا گیا وہ بھائی عبدالرحمن قادیانی کا ہے۔ جو مجھے یاد رہا۔ ان کے جانے کے بعد کیا دیکھا کہ دونوں ڈبہ کے درمیانی دیوار میں ایک بڑا سا دریچہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس دریچہ کے ذریعہ ڈبہ میں تشریف لائے اور میرے دائیں جانب بیٹھ گئے اور حضرت خلیفہ ثانی میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے دائیں ہاتھ میں ایک رجسٹر اور ایک قلم ہے رجسٹر کے دائیں جانب ہر ایک سطر میں تھوڑا تھوڑا کچھ مضمون لکھا ہوا ہے اور بائیں جانب ہر ایک سطر میں لوگوں کے دستخط ہیں۔ سب سے آخری سطر میں بھی کچھ لکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود مجھے فرماتے ہیں۔ کہ کیا تم میری ساری دعاؤں پر ایمان لاتے ہو۔ میں جواب دیتا ہوں کہ جی ہاں۔ اور میں تو حضور کو نبی مانتا ہوں حضرت مسیح موعود نے میرے اس فقرہ کو بھی اس آخری سطر میں لکھ لیا اور فرمایا کہ دستخط کر دو۔ میں نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ سے قلم لے کر دستخط کر دیئے دستخط کرنے کے بعد دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس کا نام قصائد احمدیہ ہے حضرت مسیح موعود نے مجھے دریافت فرمایا کہ کونسی کتاب ہے میں نے جواب دیا کہ قصائد احمدیہ حضرت فرماتے ہیں یہ کیا میں نے کہا کہ حضور احمد ہیں اور مختلف کتابوں میں حضور نے جو عربی اشعار لکھے ہیں ان تمام اشعار کو جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے اور حضور کا نام احمد ہونے کی وجہ سے اس کتاب کا نام قصائد احمدیہ رکھا گیا ہے۔ مگر میرے سمجھانے میں کوئی نقص ہے۔ جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعود نے میری بات کو نہیں سمجھا۔ مگر حضرت خلیفہ ثانی نے اسکی تشریح کر دی تو حضرت مسیح موعود سمجھ گئے۔

نواب محسن الملک اور حضرت مسیح موعود

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ ۱۸۹۵ء میں مذہبی مناظرات کی اصلاح کی طرف مائل تھی۔ اس مقصد کے لئے آپ نے مختلف مذاہب کے لیڈروں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ وہ سب ایک ایسے معاہدہ کی پابندی کریں۔ جس کی رو سے کوئی شخص دوسرے مذہب پر اعتراض نہ کرے۔ جو خود اس کے عقائد اور مسلمہ کتب پر ہو سکتا ہو۔ اور نہ کوئی ایسا اعتراض کرے جو کسی فریق کی مسلمہ مقبولہ کتب کے سوا کسی کتاب سے لیا گیا ہو۔ ایسا ہی آپ چاہتے تھے کہ ہر شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے مگر مختلف مذاہب کے رہنماؤں نے اسوقت اس معاہدہ امن کی پرواہ کی اور اب وہ اسی طرف آ رہے ہیں۔ اور آخر یہ معاہدہ ہو کر رہے گا۔ اسی ضمن میں آپ حکومت سے ایک قانون بنوانا چاہتے تھے۔ جس سے مذہب اور بانیان مذہب کا احترام قائم ہو۔ اس سلسلہ میں آپنے ایک درخواست تجویز کی۔ گو اسوقت وہ قانون نہ بن سکا۔ لیکن آخر دوسری صورت میں ۱۹۲۷ء میں وہ قانون بن گیا۔ اس موقعہ پر آپنے نواب محسن الملک کو اس تحریک میں عملی حصہ لینے کے لئے لکھا۔ نواب محسن الملک نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوب گرامی کا جو جواب دیا وہ درج ذیل ہے۔ اس میں نواب صاحب نے حضرت کی خدمات اسلامی کا انشراح صدر سے اعتراف کیا ہے (عرفانی)

بمبئی اٹمنٹ ہوس ۔ ۲؍ اکتوبر ۱۸۹۵ء

جناب مولانا و مخدومنا دامت برکاتکم۔

بعد سلام مسنون عرض یہ ہے کہ آپ کا چھپا ہوا خط مع مسودہ درخواست کے پہنچا۔ میں نے اسے غور سے پڑھا۔ اور اُسکے تمام ماله وما علیہ پر خیال کیا۔ درحقیقت دینی مباحثات و مناظرات جو دل شکن اور جیسی درد انگیز باتیں لکھی، اور کہی جاتی ہیں۔ وہ دل کو نہایت بے چین کرتی ہیں۔ اور اس سے ہر شخص کو جسے ذرا بھی اسلام کا خیال ہو گا روحانی تکلیف پہنچتی ہے۔ خدا آپکو اجر دے کہ آپنے ایک دلی جوش سے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہا ہے۔ یہ کام بھی آپ کا منجملہ اور بہت سے کاموں کے ہے۔ جو آپ مسلمانوں کے بلکہ اسلام کے لئے کرتے ہیں۔

یہ تجویز جو آپ فرماتے ہیں گورنمنٹ سے منظور ہو جاوے تو اس میں شبہ نہیں ہے کہ وہ مہلک بیماری جو وبا کی طرح پھیل رہی ہے اور جس سے ایک مذہبی آدمی کو بہت تکلیف پہونچتی ہے جاتی رہے۔ لیکن بلحاظ اصول سیاست گورنمنٹ کے مجھے امید نہیں ہے۔ کہ گورنمنٹ ایسا قانون جاری کرنا پسند کرے۔ اور اُن دو شرطوں کو جن کا آپنے مشروط ہونا تجویز فرمایا ہے برٹش گورنمنٹ قانون کے پیرایہ میں ظاہر کر سکے۔ یہ صرف میری ہی رائے نہیں ہے۔ بلکہ یہاں ہر شخص جس کو گورنمنٹ کے قانون بنانے کے اصول سے واقفیت ہے۔ یہی خیال رکھتا ہے اور جبکہ گورنمنٹ سے اس کی منظوری کی امید نہیں ہے تو درخواست سے کیا فائدہ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں حضرت کے بھیجے ہوئے کاغذ پر دستخط کر کے اسے فوراً واپس کرتا۔ مجھے امید ہے کہ اس معاملہ میں جو کچھ آپ کا خیال ہو گا۔ اس سے وقتاً فوقتاً آپ مجھے مطلع فرمائینگے۔ آپ یقین رکھئے کہ میں ایسے کاموں میں جن سے اسلام پر حملے ہوتے ہیں وہ رد کئے جائیں۔ اور مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچائی جاتی ہے اُس میں تخفیف ہو۔ دل و جان سے مدد کرنے کے لئے موجود ہوں۔ فقط زیادہ نیاز و بس۔

آپ کا خادم

محسن الملک

بمبئی

شادی خانہ آبادی

جس وقت تک یہ اخبار چھپکر احباب کرام کے ہاتھوں میں پہنچے گا اسوقت تک حضرت صاحبزادہ میرزا ناصر احمد صاحب سلمہ الرحمن اپنی دلہن کو مالیرکوٹلہ سے لے کر واپس قادیان تشریف لے آئینگے۔ اور قادیان مسرت و خوشی سے ایک دارالسرور بن رہا ہو گا۔ اس مبارک تقریب پر الحکم سیدہ مولیٰ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور تمام خاندان نبوت کی خدمت میں پھر ایک مرتبہ مبارکباد عرض کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

یہ روز کرمبارک سبحان من یرانی

وصایا

نمبر ۴۱۴۴ — مسماۃ رحیماں بی بی زوجہ نتھو خان احمدی قوم راجپوت عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۶ء ساکن کاٹھ گڑھ ڈاکخانہ خاص تحصیل گڑھشنکر ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۵-۴-۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد نہیں ہے۔ البتہ میرے اس وقت مبلغ آٹھ روپیہ ماہوار پنشن کے ہیں۔ اور میرا گذارہ بھی اس پنشن پر ہے۔ اس لئے میں اس کے ۱/۸ یعنی ایک روپیہ ماہوار ادا کرتی رہوں گی۔ اگر میری وفات کے وقت میری کوئی جائداد اس کے علاوہ ثابت ہوگی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصے کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ جس کے متعلق میں اور میرے ورثاء پر ذمہ داری عائد ہوگی۔ اس لئے میں یہ چند کلمہ بطریق وصیت کہہ دیتی ہوں۔ جو سند رہے۔ فقط:۔

العبد:۔ مسماۃ رحیماں بی بی موصیہ مذکور صدر۔ نشان انگوٹھا۔

گواہ شد:۔ سید محمد علی شاہ انسپکٹر بیت المال قادیان دارالامان۔

گواہ شد:۔ عبدالمنان امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ بقلم خود

گواہ شد:۔ احمد علی خان محاسب انجمن احمدیہ کاٹھ گڑھ بقلم خود

نمبر ۴۱۵۶ — خدیجہ بی بی زوجہ محمد عبدالقادر صاحب قوم شیخ عمر ۲۰ سالہ پیشہ خانہ داری تاریخ بیعت ۱۹۳۰ء ساکن دیوارگ ڈاکخانہ رائچور علاقہ نظام۔ میرے ہاں سردست کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے۔ البتہ میرا مہر مبلغ [illegible] سکہ عثمانیہ ہے۔ مبلغ مذکور بابت مہر میرے شوہر نے آج بتاریخ ۹ محرم ۱۳۵۳ھ گواہ مندرجہ ذیل کے روبرو نقد ادا کر دیئے ہیں اور کوئی بقایا میرے شوہر کے ذمہ مہر کی بابت نہیں ہے مبلغ مذکور کی بابت ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور اسی وقت نقد داخل کرتی ہوں۔ مبلغ مذکور کا ۱/۱۰ حصہ [illegible] سکہ عثمانیہ ہوتے ہیں۔ جس کے کلدار موجودہ نرخ سے [illegible] روپیہ ہوتے ہیں۔ میرے مرنے کے بعد جو کچھ میرا ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ جائداد کی مالک صدر انجمن احمدیہ مذکور ہوگی۔

میرے ورثاء کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا۔ فقط

العبد:۔ نشان انگوٹھا خدیجہ بی بی موصیہ۔

گواہ شد:۔ محمد عبدالقادر شوہر موصیہ ضلع رائچور۔

گواہ شد:۔ محمد عبدالرحیم جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ ضلع رائچور

گواہ شد:۔ محمد عبدالرحیم نگینہ سوداگر۔

نمبر ۴۱۵۷ — منکہ زاہدہ بانو زوجہ محمد عبدالرحیم صاحب قوم شیخ پیشہ خانہ داری عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۶ء ساکن رائچور ڈاکخانہ خاص ضلع رائچور علاقہ نظام۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۵ محرم ۱۳۵۳ھ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میرے پاس سردست مندرجہ ذیل جائداد ہے۔ مہر مبلغ چارصد روپیہ سکہ عثمانیہ ہے۔ مہر منجملہ چارصد میں سے مبلغ [illegible] روپیہ وصول ہو چکے ہیں۔ میں اپنی مذکورہ الصدر

میں سے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔

میرے مرنے کے بعد جو کچھ میرا ترکہ ثابت ہو۔ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ جائداد کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی میرے ورثاء کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا۔ فقط

العبد:۔ زاہدہ بانو بیگم۔

گواہ شد:۔ محمد عبدالسبحان مدرس۔

گواہ شد:۔ محمد عبدالرحیم شوہر موصیہ۔

گواہ شد:۔ محمد بھوٹ احمدی سیکرٹری بیت المال و تبلیغ رائچور دکن

نمبر ۳۶۹۵

آمنہ بی بی زوجہ مستری فیروزالدین قوم لوہار پیشہ مستری آہنی عمر بیس سال تاریخ پیدائش بیعت پیدائشی ساکن لودھی ننگل حال عارف والا ڈاکخانہ تحصیل پاکپتن ضلع منٹگمری

میری جائداد اس وقت زیور قیمتی تین سو روپیہ ہے جو بعوض مہر ملا ہوا ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ جو کہ میں اپنی زندگی میں ادا کر دوں گی۔ اور میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور میرے ورثاء کو اس کے ادا کرنے میں عذر نہ ہوگا۔

العبد:۔ مسماۃ آمنہ بی بی زوجہ مستری فیروزالدین نشان انگوٹھا

گواہ شد:۔ احمدالدین زرگر سیکرٹری وصایا محلہ ارائیاں قادیان بقلم خود۔

گواہ شد:۔ مستری فیروزالدین خاوند موصیہ دستخط بحروف

نمبر ۴۰۸۷

منکہ مہتاب بی بی بنت غلام حسین قوم کھوکھر عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۲ء ساکن شہر سیالکوٹ۔ محلہ اراضی یعقوب۔ ڈاکخانہ خاص تحصیل خاص ضلع سیالکوٹ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۵-۱۲-۳۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔ کہ

میری جائداد اس وقت زیور چالیس روپے اور حق مہر مبلغ بتیس روپے ہے۔ اور تیس روپے نقد ہیں۔ میں بقائمی ہوش و حواس وعدہ کرتی ہوں۔ کہ میں مسمی مہتاب بی بی بنت غلام حسین ساکن شہر سیالکوٹ محلہ اراضی یعقوب بیگ اس جائداد مذکور کا دسواں حصہ یعنی دس روپے چار آنے بقید حیات نقد ایک ماہ تک نقد ادا کرنے کا وعدہ کرتی ہوں باقی اپنی آمد کا دسواں حصہ جو کہ میں کماؤں گی۔ ماہ بماہ ادا کرتی رہوں گی۔

العبد:۔ مہتاب بی بی بنت غلام حسین ساکن شہر سیالکوٹ۔ محلہ اراضی یعقوب بیگ۔

گواہ شد:۔ علی احمد بقلم خود موضع کھنانوالی ضلع سیالکوٹ

گواہ شد:۔ محمد الدین شہر سیالکوٹ محلہ اراضی یعقوب۔

گواہ شد:۔ علی محمد موضع کھنانوالی ضلع سیالکوٹ۔

نمبر ۴۱۶۶

منکہ آمنہ بی بی زوجہ میاں غلام محمد قوم کشمیری عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان متعلقہ تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۲-۵-۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔

میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ زیور و مہر کی رقم پانصد روپیہ۔ (۵۰۰)

العبد:۔ آمنہ بیگم زوجہ میاں غلام محمد ٹیلر ماسٹر قادیان بقلم خود۔

گواہ شد:۔ دستخط میاں غلام محمد خاوند موصیہ بقلم خود

گواہ شد:۔ قمرالدین مولوی فاضل اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری قادیان بقلم خود۔ ضلع گورداسپور۔

نمبر ۴۰۰۵

مسماۃ زینب بی بی بنت احمدالدین قوم راجپوت پیشہ زرگری عمر ۱۶ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ خود تحصیل بٹالہ۔ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲-۴-۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائداد اس وقت چار مرلہ زمین سفید محلہ کمہاراں میں ہے۔ جس کی قیمت تخمیناً ۳۵ روپیہ فی مرلہ ہے۔ اور ایک بھینس قیمتی چالیس روپیہ ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور میرے مرنے کے وقت اگر کوئی اور میری جائداد ثابت ہو جائے تو اس کے متعلق بھی میری ۱/۱۰ حصہ کی وصیت ہے۔ جس کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور موجودہ جائداد کا حصہ انشاء اللہ ماہوار ادا کرتی رہوں گی۔ فقط۔

العبد:۔ زینب بی بی بقلم خود۔

گواہ شد:۔ ماسٹر مامون خان پنشنر۔

گواہ شد:۔ احمدالدین زرگر والد موصیہ موصیہ سیکرٹری وصایا محلہ ارائیاں قادیان۔

ایک ضروری اعلان

تمام جماعتیں خبردار رہیں

میرا ایک رشتہ دار جو رشتہ میں میری بیوی کا بھائی ہے۔ اور اس کا نام محمود علی حسین ہے۔ کراچی کی طرف آجکل کسی سفر کی نیت سے گیا ہے۔ میں اس کے بعض اعمال کی وجہ سے اس سے سخت بیزار ہوں۔ اور اس سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔ اس لئے وہ اگر کسی جماعت میں یا کسی احمدی دوست کے پاس میرے نام کے ذریعہ سے اپنی معرفی کرائے۔ یا اس وجہ سے کسی قسم کی مالی مدد طلب کرے۔ تو وہ میری وجہ سے اسکے ساتھ کوئی سلوک نہ کریں۔

وہ کبھی تو اپنے آپ کو ایک اعلیٰ درجے کا مولوی بنا لیتا ہے۔ اور کبھی ڈاڑھی وغیرہ منڈا کر ایک اعلیٰ جنٹلمین آدمی بنا لیتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنا نام محمود علی نہ بتلائے۔ میرے کسی بھائی کا نام بتلا دے۔ اس لئے اس کے متعلق بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ میرے بھائیوں میں سے کوئی شخص سیاحت ہند کا کام نہیں کرتا۔ الغرض کوئی صاحب اس سے لین دین کے معاملات ہمارے کسی تعلق کی وجہ سے نہ کریں ورنہ وہ اس کے خود ذمہ دار ہونگے۔ اور میں اس اعلان کے بعد تمام جماعت

میں کیوں کر احمدی ہوا؟

(نمبر ۴)

اور وارنٹ کی تعمیل میں عمداً توقف ڈالدی اور امانت علی کو موقع دے دیا کہ وہ روپوش ہو کر غیر ممالک کو چلا جائے۔ اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی سوچی کہ وہ اپنے گھر والوں اور دوست احباب کو بذریعہ جعلی خطوط مطلع کر دے کہ امانت علی نے زہر کھا کر خودکشی کر لی ہے۔ جب یہ خبر میرٹھ والوں نے سنی تو وہ سب افسوس کرنے لگے۔ میں بھی اسوقت سالانہ جلسے پر ماہ فروری ۱۹۱۰ء میں میرٹھ آیا ہوا تھا۔ اور میں بابو غلام محی الدین چیف گڈس کلارک ریلوے میرٹھ منڈی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ یہ خبر کسی دوست نے ہمکو سنائی۔ الغرض جب عدالت کو یقین ہو گیا کہ امانت علی خودکشی سے ہلاک ہو گیا۔ تو وارنٹ منسوخ کر دیا گیا۔ تب دوستوں نے داروغہ صاحب کو منسوخی وارنٹ کی اطلاع کر دی اور آپ ملک عرب سے واپس آگئے۔ میں نے خود دربار دہلی میں (۱۹۱۲ء) امانت علی کو با تمکیل پر سوار جاتے دیکھا۔ تو بخیر اکر بات چیت کی۔ تو معلوم ہوا کہ کسی ریاست میں ملازمت حاصل کر لی ہے۔

ناظرین کرام معلوم کر لیں کہ جناب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب پھاڑنے کا کیا نتیجہ نکلا۔ جس طرح داروغہ صاحب نے کتاب کو پھاڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پھاڑ کر دکھا دیا۔ کہ خدا اپنے پیاروں اور ان کے صحیفوں کی توہین کرنیوالوں کے ساتھ کس طرح سلوک کرتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ میرٹھ چھاؤنی اور شہر میں کثرت سے لوگ ایسے ہیں جن کو یہ قصہ اب بھی زبانی ازبر یاد ہے۔ امانت علی بھی نائب داروغہ کے ساتھ ہی لپیٹ میں آگئے تھے۔ اور ان کی بریت اور خلاصی کے متعلق عجیب در عجیب حالات پیش آئے۔ جن کو میں یہاں قلم بند کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اصل غرض صداقت مسیح موعود علیہ السلام ثابت کرنی تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فعل سے داروغہ صاحب کے وجود میں ثابت کر دی وھو المراد۔

ایک اور واقعہ مختصراً میں یہاں درج کرنا چاہتا ہوں:- شاید جب تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارت کی تاریخ معرض تحریر میں لائی جائے۔ یا کوئی صاحب اُسے مرتب کرنے کا اہتمام کریں تو یہ امر قلمبند ہونے سے رہ نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے جناب چودھری رستم علی خان صاحب کورٹ انسپکٹر پولیس انبالہ شہر ابھی پنشن یاب نہیں ہوئے تھے۔ غالباً ۱۹۰۸ء کا ذکر ہے کہ صدر انجمن احمدیہ دارالامان نے اعلان کیا تھا کہ جو کوئی فرد واحد یا جماعت اتنی لاگت سے کوئی ایک کمرہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کا تعمیر کروا دیگی اُس کا نام لطور یادگار اس کمرہ میں لگایا جاوے گا۔ بنا بریں ایک کمرہ کی لاگت غالباً ۵۰۰ روپیہ جو مجوزین تعمیر سکول نے مشتہر کی تھی وہ جماعت شملہ اور جماعت انبالہ (شہر و چھاؤنی) انبالہ نے مشترکہ طور پر ادا کر دی تھی۔ معلوم نہیں بانیان مدرسہ نے اس واقعہ کو تاریخ مدرسہ میں محفوظ رکھا ہوا ہے یا نہیں۔ یا مولوی محمد علی صاحب کے نقل مکانی کے ساتھ لاہور تبدیل ہو چکا ہے)

اب اپنے ایک احمدی بھائی کا ذکر مختصراً کرتا ہوں جو یہ ہے:- مولوی جلال الدین صاحب مرحوم قرابت داری میں میرے ماموں تھے آپ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ تالیف کتاب براہین احمدیہ میں بکھان پور میں پٹواری تھے۔ اعتقاداً آپ بڑے پکے اہلحدیث تھے۔ اور اسلام سے آپ کو بڑی محبت اور غیر معمولی جوش تھا۔ میں ابھی زیر تعلیم ہی تھا کہ قبلہ ماموں صاحب رخصت لے کر نوشہرہ تشریف لائے اور اپنے حلقہ احباب میں تذکرہ فرمایا۔ کہ اسوقت قادیان مغلاں میں ایک بزرگ مرزا غلام احمد صاحب قابل دید اور مستجاب الدعوات ہیں۔ جب یہ خبر گاؤں میں مشہور ہوئی تو ایک شخص عبداللہ نام از قوم علماء جو شہر کا باشندہ تھا زیارت کے لئے تیار ہو گیا۔ اس کا اپنی بیوی سے حسن معاشرت نہ تھا۔ بیوی شکیل تھی اور مولانا صاحب اُسکی پسند خاطر نہ تھے۔ لہٰذا اُس نے چاہا کہ ایسے ولی اللہ سے ملکر دعا کراؤں تاکہ ہمارا آپس میں سلوک ہو جائے۔ مولوی صاحب قادیان تشریف لے گئے اور آنحضرت سے بیعت کر کے دعا کرائی۔ جب آپ واپس نوشہرہ تشریف لائے۔ تو چند روز لبد آپ کی بیوی نے ازخود اپنے میکے سے پیغام بھیجا کہ مجھے آکر لے جاؤ۔ چنانچہ مولوی صاحب خوشی خوشی اپنی بیوی کو گھر لائے۔ اور اس سے اس تحریک کے پیدا ہونے کا اصل ماجرا پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں تین چار روز متواتر سونے نہیں پائی جب میں رات کو چارپائی پر سوتی تھی تو ایک بزرگ سفید ریش مجھے چارپائی پر بٹھلا دیا کرتا تھا۔ اور سونے نہیں دیتا تھا۔ اور یہی کہتا تھا کہ تم اپنے گھر جا کر اپنے خاوند سے سلوک پیدا کرو۔ جب میں مجبور ہو گئی تو میں نے آپ کو بلوا بھیجا۔ جب نوشہرہ میں اس واقعہ کا عام چرچا ہو گیا۔ تو پھر تین نوجوان امام الدین نمبردار غلام نبی۔ اللہ رکھا حضرت صاحب کی زیارت کے لئے لاہور چلے گئے۔ ان دنوں حضرت صاحب لاہور میں تشریف فرما تھے۔ اور لیکھرام کی پیشگوئی کے متعلق اُسوقت عام چرچا لاہور میں ہو رہا تھا۔ یہ تینوں نوجوان بیعت سے مشرف ہو گئے۔ دو تو اپنے روزگار کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ مگر امام الدین کو قضا و قدر نے حضرت صاحب کی غلامی کے لئے منتخب کر لیا عالم جوانی ہے۔ کاروبار نمبرداری و زمینداری۔ بیوی موجود مگر اُس نے سب سے منہ موڑ لیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے علم قرآن دیا۔ پانچویں جماعت پرائمری تک معمولی تعلیم رکھتا تھا۔ اور قرآن مجید میں ایسی مہارت تامہ حاصل تھی کہ لوگ معارف و نکات سن کر حیران ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے اصحاب صفہ میں داخل کیا تھا۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ حضرت صاحب کی محبت اور عشق الٰہی میں ترقی شروع ہوئی۔ چونکہ وہ میرا ہمجولی اور یار تھا۔ اور طالب علمی کے زمانہ سے رخصت لے کر گھر آیا۔ تو میں نے اس کے آگے ایک خواب بیان کی خواب یہ ہے:-

"رات کا وقت ہے۔ میں سو رہا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ آسمان سے ایک سفید توبل اُتر رہی ہے۔ اور اس کے پیچھے دو شخص بھی اُتر رہے ہیں۔ اور پکار کر بلند آواز سے کہہ رہے ہیں کہ جو چیز آسمان سے اُترنے والی تھی وہ یہی ہے جو اُتر رہی ہے۔"

امام الدین نے اس کی یہ تعبیر بتلائی کہ آواز دینے والے تو فرشتے ہیں۔ اور سفید توبل سے مراد حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ہیں۔ واللہ اعلم

پھر اُس نے مجھے کتاب درثمین جو غلام قادر فصیح نے پہلا ایڈیشن چھوٹی تقطیع پر سیالکوٹ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے نام نامی پر معنون کر کے چھپوایا تھا۔ دی۔ اس کی نشانی اب تک میرے پاس موجود ہے۔ اور میں اُس کی دعائیں بلاناغہ ہر روز پڑھتا ہوں۔

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں اسقدر محو اور مستغرق ہو گیا کہ اس کی حالت مجذوبانہ ہو گئی۔ حتیٰ کہ کپڑے پھٹے۔ نہ تن بدن کا ہوش۔ نہ کھانے کا ہوش۔ ہاتھ میں پنسل اور کاغذ ہے۔ عجیب خوشخط عبارت لکھتا ہے۔ مگر مطلب نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر زبان سے کچھ بولتا ہے وہ بھی کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس نے ایک قصیدہ بھی مختلف اوقات میں لکھ کر مرتب کیا تھا۔ مگر اُس کے اوراق اور کاغذات کسی نے محفوظ نہ رکھے۔ گرمیوں میں بدن پر صرف تہہ بند ہوتا تھا۔ اور سردیوں میں پھٹا پرانا لحاف۔ کھانے پینے کی کچھ پروا نہیں۔ سوال مطلق کسی سے نہ کرنا۔ اگر کسی نے کچھ کھانا آگے رکھدیا۔ اور طبیعت نے چاہا تو کچھ کھا لیا۔ ورنہ اُٹھا کر کسی کو دیدیا۔ یا جانوروں کے آگے پھینکدیا۔ حقہ اور چائے کا بڑا شوقین تھا۔ بسا اوقات اُس کی یہ حالت ہوتی کہ گھنٹوں روتا۔ اور کبھی ہنستا۔ اور کبھی آسمان کی طرف منہ کر کے ہنستا۔ ایک دوست اللہ رکھا نے بتلایا کہ کبھی کبھی آسمان کی طرف منہ کر کے بڑے جلال اور بلند آواز سے یہ آیت پڑھتا تھا سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ ربنا رب الملٰئکة والروح۔ اور کبھی کبھی یہ شعر بھی وردِ زبان رکھا کرتا تھا ؎

من مالک ملک فنا نیستی ایم
من ہستم اللہ کن کارم

بوجہ ملازمت میں نے اُسے مجذوبیت کی حالت میں بہت کم دیکھا ہے جب میں ۱۹۱۱ء میں پنشن حاصل کر کے گھر آیا تو میں نے دو تین مرتبہ اُسے حالت استغراق میں دیکھا۔ مگر کبھی کبھی ہوش اور سمجھ کی بھی بات چیت کرتا تھا۔

سیالکوٹ کے علاقہ شہر میں سائیں امام الدین کے نام سے اور ولی اللہ مشہور تھا۔ سیالکوٹ سے پسرور تک ابھی ریل تیار نہیں ہوئی تھی۔ ہم لوگ سیالکوٹ سے ریل پر سوار ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے رخصت کے ایام پورے کر کے واپس ملازمت پر جا رہا تھا۔ پسرور سے یکہ پر سوار ہوا۔ بابا کی بیری (ایک جگہ کا نام) قریباً چالیس پچاس قدم کے فاصلہ پر تھی۔ تو میرے دل میں خیال آیا کہ سائیں امام الدین صاحب تو گلی سے باہر نکلکر ملا کرتے تھے۔ جب گلی کے عین مقابل پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سائیں امام الدین تشریف لا رہے ہیں اور مجھے دیکھ کر ہنس پڑے اور فرمانے لگے کیا مرزا صاحب (علیہ السلام) کی بیعت کر لی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ "ہاں جی!"

۱۹۱۱ء سے لے کر ۱۹۱۸ء تک بہت عرصہ انبالہ چھاؤنی میرٹھ میں رہا۔ لکھنؤ میں صرف چھ ماہ تک ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ جب جنگ عظیم کا الٹی میٹم جرمنی اور برطانیہ کلاں کے درمیان میں ہوا۔ تو میں لکھنؤ سے تبدیل ہو کر متھرا آگیا۔ یہاں صرف دو مہینے رہا۔ نومبر ۱۹۱۴ء کو مستقل طور پر بدل کر انبالہ چھاؤنی آگیا جنگ کے اختتام کے بعد ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء کو خدا کے فضل سے بحالت صحت پنشن یاب ہو کر گھر چلا آیا۔ تب سے اپنے وطن میں زمیندارہ کاروبار میں زندگی کے دن کاٹ رہا ہوں۔ اب یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم کے ماتحت میرا خاتمہ بالخیر کرے۔ اور میری وصیت کو درجہ قبولیت بخشکر میری خاک کو مقبرہ بہشتی میں جگہ عطا فرمائے

یادِ حبیب کو تازہ رکھنے کیلئے اُسکے کلام و حالات پڑھو

یادِ حبیب کو تازہ رکھنے کے لئے کونو مع الصادقین کے ارشاد پر عمل کرکے اس کے روحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے ایک عجیب نسخہ یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات زندگی پڑھو۔ ان کے حالات زندگی سے معلوم ہو گا کہ آپ کس خاندان میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کن حالات میں ہوئی۔ آپ کے مشاغل زندگی کیا تھے۔ آپ کی سوانحعمری کے دو حصے اس قسم کے مضامین پر مشتمل شائع ہو چکے ہیں۔ اور

حیات النبی

کے نام سے موسوم ہیں۔ قیمت ہر دو جلد ۱۲؍

حیاتِ احمدؐ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح حیات کو خاکسار شائع کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور کی چوبیس سالہ زندگی کے دوسرے دور یعنی ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۹ء تک کے حالات شائع ہو رہے ہیں۔ چونکہ تالیف ضخیم ہو گی اس لئے تو نو صفحہ کے حصص میں شائع ہو رہی ہے۔ جس کا پہلا نمبر گذشتہ سال شائع ہوا تھا۔ اب دوسرا نمبر جس میں ۱۸۸۲ء تک کے حالات ہیں شائع ہو گیا ہے۔ حسب معمول اس کی بھی قیمت ایک روپیہ ہے اگر احباب چاہتے ہیں کہ جلد یہ تالیف مکمل ہو تو اس کے لئے کم از کم پانچسو ایسے خریدار تیار ہو جاویں کہ چھپنے پر فوراً خرید لیا کریں۔

سیرۃ مسیح موعود

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمایل و اخلاق سوانح زندگی کے ساتھ جو چیز خدا تعالیٰ کے ماموروں کے ذریعہ حیرت انگیز تبدیلی انسانی قلوب میں کرتی ہے۔ وہ ان کے اخلاقی معجزات ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ دنیا کے لئے نمونہ ہو کر آتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ اور آپ کے کیریکٹر کی اعلیٰ شان حاصل کریں تو سیرۃ مسیح موعود کا مطالعہ ضروری ہے۔ جس میں حضرت کے شمائل و عادات و معمولات اور آپکے اخلاق فاضلہ کا بیان واقعات کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

یہ کتاب دوستوں کو ارمغان دینے کے قابل ہے اور سعادت مند اور شریف الطبع جماعت کے افراد میں تبلیغ کا خدا چاہے تو بہترین ذریعہ ہو سکتی ہے۔ قیمت فی جلد ۸؍ مکمل سٹ کی قیمت دفتر سے دریافت فرمایئے۔

مکتوبات احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مکتوبات اپنی زندگی میں مختلف مذاہب کے لیڈروں اور مبلغین کو لکھے اور اپنے مخالفین اور دوستوں کو وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے۔ وہ اسوقت تک چھ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور چار جلدیں اس سلسلہ کی اور باقی ہیں۔ اور یہ خطوط جو دوستوں کو لکھے ہیں اپنے اندر ایک زندگی، روح اور قوت رکھتے ہیں۔ نہایت بیش قیمت مضامین پر مشتمل ہیں۔ تصوف کی حقیقت اور قرب الٰہی کے حصول کے سادہ اور آسان طریق۔ غرض عجیب عجیب مضامین پر بحث ہے۔ خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان اور دعاؤں کی قبولیت کے راز اور دعاؤں کے اثر و قوت اعجاز کا ایک لطیف بیان ان میں ملے گا۔

اور جو خطوط مخالفین اسلام اور سلسلہ کو لکھے ہیں ان میں صداقت کے زبردست دلائل قرآن مجید اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اعجازی قوت جلالی و جمالی شان کا اظہار پر شوکت الفاظ میں کیا گیا ہے۔ غرض یہ مجموعہ قابل دید ہے

ہر جلد کی قیمت جو کچھ بھی نہیں صرف ایک روپیہ ہے

مشاہداتِ عرفانی

یعنی

ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا۔ کہ قعرِ ذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیوں کر پہنچ سکتے ہیں

مسلمانوں کو قومی زندگی اور ملی روح

کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کا پڑھنا نہایت ضروری ہے

قیمت جلد اول صرف دو روپے علاوہ محصولڈاک۔ لیکن

الحکم بکڈپو نے فیصلہ کیا ہے کہ پہلے سو خریداروں سے بجائے دو روپے کے صرف ایک روپیہ آٹھ آنے لئے جاویں۔

احباب جلد آرڈر دیکر فائدہ حاصل کریں۔

فرمایا

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے

"یہ کتاب ہر احمدی کے پاس ہونی چاہیئے اور کون احمدی ہے جو اس کی خواہش نہ رکھتا ہو"

"اگر شیخ صاحب کی زندگی میں یہ کام نہ ہوا تو پھر دس کروڑ روپیہ خرچ کرکے بھی اسکو پورا نہ کر سکیں گے"

آپ نے جماعت کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:-

"وہ اس سٹاک کو جو موجود ہے خرید لیں تاکہ کام برابر جاری رہ سکے"

ملنے کا پتہ

الحکم بکڈپو قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی طابع و ناشر چھپکر الحکم آفس واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)